آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ۔ لو تمھیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ٦ ۔ بابت ماہ فروری ۱۹۰۷ء ۔ نمبر (۲)

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ فروری ۱۹۰۷ء کو منیجر میگزین کے اہتمام سے شایع ہوا ۔ چندہ سالانہ ۵ع

رؤیا والہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۲۲-جنوری ۱۹۰۷ء۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ ترجمہ "بیشک اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ اے اہل بیت تم میں سے ناپاکی کو دور کرے اور تمھیں پاک کرے اور مطہر بنائے"۔ اس وحی کے بعد میں کسی کو آواز مار کر اس طرح سے پکارتا ہوں فتح فتح گویا اُس کا نام فتح ہے: ایک پرانا الہام کوئی تیس سال کا جو پہلے بھی حضرتؑ نے کئی دفعہ سنایا ہے۔ اور آج پھر سنایا۔ غالباً کہیں پہلے چھپا نہیں گیا۔ اسواسطے آج لکھا جاتا ہے (۱) فارتدّ اعلیٰ اثر ھما و وھب لہ الجنۃ اتنے میں طاقت بالا اسکو کھینچ کر لے گئی: (۲) یہودا اسکریوطی۔ ۲۳-جنوری ۱۹۰۷ء۔ انی انا الرحمٰن اصرف عنک سوء الاقدار۔ ترجمہ "تحقیق میں رحمٰن ہوں۔ میں بُری قضا و قدر تجھ سے پھیر دونگا یعنی بعض بلائیں جو مقدر ہیں وہ ظہور میں نہیں آئیں گی"۔ یکم فروری ۱۹۰۷ء۔ (۱) روشن نشان (۲) ہماری فتح ہوئی۔ ۲-فروری ۱۹۰۷ء (۱) انما یرید اللہ لکم الیسر۔ (۲) الحق بشیعۃ موسیٰ۔ ورضی اللہ بہ قولا۔ (۳) انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ ترجمہ۔ خدا تعالیٰ نے تمھاری آسانی اور آرام کا ارادہ کیا ہے اس شخص یا اُن اشخاص کو موسیٰ کے خاص گروہ (یعنی اس عاجز کے گروہ میں) داخل کر دیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے بموجب اس کے قول کے راضی ہوا۔ اے اہل بیت خدا نے یہ ارادہ کیا ہے۔ کہ تمھاری پلیدی دور کرے اور تمھیں پاک کرے جیسا کہ حق ہی پاک کرنیکا۔ ۹-فروری ۱۹۰۷ء (۱) خدا نے تیرے پر رحم کیا۔ (۲) رحمک اللہ۔ ترجمہ۔ خدا نے تجھ پر رحم کیا۔ (۳) انک انت الاعلیٰ۔ ترجمہ۔ بے شک تو ہی بلند ہے۔ (۴) امید بھاری۔ (۵) ہر ایک مکان سے خیر دعا ہے۔ (۶) ان اللہ مع الابرار۔ ترجمہ۔ بے شک خدا نیکوں کے ساتھ ہے۔ (۷) انت من الابرار ترجمہ۔ تو نیکوں میں سے ہے (تمام دنیا میں سے ایک٭)۔ (۸) میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک گڑھا قبر کے اندازہ کی مانند ہے اور یہیں معلوم ہوا کہ اُسمیں ایک سانپ ہے اور پھر ایسا خیال آیا کہ وہ سانپ گڑھے میں سے نکلکر کسی طرف بھاگ گیا ہے۔ اس خیال کے بعد مبارک احمد نے اس گڑھے میں قدم رکھا۔ تو اُسکے قدم رکھنے وقت محسوس ہوا کہ وہ سانپ ابھی گڑھے میں ہے اور اس سانپ نے حرکت کی اور پھر ساتھ ہی اُس سانپ نے باہر کی طرف نکلنا شروع کیا۔ جب وہ باہر کی طرف بھاگنے لگا۔ تب ایسا دکھائی دیا کہ گویا وہ ایک اژدہا ہے اور اس کی دو ٹانگیں ہیں ایک ٹانگ تو کسیقدر پتلی ہے اور دوسری ٹانگ اسقدر موٹی ہے جیسی گینڈے کی ٹانگ یا ہاتھی کی ٹانگ۔

٭ فرمایا: یہ فقرہ اللہ تعالیٰ کے نہایت فضل احسان اور رحمت کو ظاہر کرتا ہے۔ توریت میں ایسا ہی ایک فقرہ حضرت موسیٰؑ کے متعلق ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مقدمہ تفسیر مقطعات

مقطعات قرآنی کا کلام الٰہی ہونا بتواتر ایسا ہی ثابت ہے جیسا دیگر آیات قرآنی کا کلام الٰہی ہونا۔ پس مقطعات کے قرآن ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے اور قرآن مجید میں تدبر کرنیکا جابجا حکم صادر ہے مگر تدبر کرنا اُسی کلام میں ہو سکتا ہے جسکا علم ممکن الحصول ہو۔ ورنہ تکلیف مالایطاق لازم آوے گی۔ اب آیات ذیل پر غور کرو۔ (١) افلا یتدبرون القران ام علیٰ قلوب اقفالھا۔ اس آیت میں سخت وعید وارد ہوئی ہے اُن لوگوں کے لیے جو قرآن مجید میں تدبر نہ کریں اور تدبر نہ کرنے سے دلوں پر تالے لگ جاتے ہیں یعنی انوار غیبی نازل نہیں ہوتے۔ پس تدبر کرنا مقطعات قرآنی میں بھی ضروری ہے۔ مگر بہت ایسا مندرجہ قرآن مجید جو آگے آتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔ (٢) بلسان عربی مبین۔ انہ لقول فصل وما ھو بالھزل۔ قال علیؓ ھو الفصل لیس بالھزل۔ ان آیات سے ثابت ہے کہ مقطعات قرآنی جو کلام الٰہی ہیں وہ بھی عربی مبین ہیں جن سے حقایق اور معارف قرآنی ظاہر ہو سکتے ہیں اور ہزل اور مہمل کلام نہیں ہیں کیونکہ شان حکیم سے ایسا ہونا بہت مستبعد ہے (٣) لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ جس شخص کو شرایط استنباط کے حاصل ہوں اسکو ان مقطعات کا علم بقدر اسکی استعداد کے حاصل ہو سکتا ہے فسالت اودیۃ بقدرھا (٤) ھدًی للمتقین ھدًی للناس۔ ایسی آیات سے ظاہر ہے کہ کل قرآن ھدًی للناس ہے اور کوئی کلام ہو ہدایت جب ہی ہو سکتا ہے کہ اسکے معانی معلوم ہو سکیں اور جس کلام کے معنے معلوم نہ ہو سکیں وہ کیونکر ہدایت ہو سکتا ہے اور چونکہ کل قرآن ہدایت ہے اس لیے مقطعات کا ہدایت ہونا بھی ضروری ہوا۔ (٥) ولیذکر اولوا الالباب ظاہر ہے کہ تذکر یعنی نصیحت کا حاصل کرنا یا نصیحت پر عمل کرنا یا دوسروں کو نصیحت کرنا جب ہی ممکن ہے کہ وہ کلام نصیحت کا سمجھ میں آ سکتا ہو ورنہ کیونکر تذکر اسکا ہو سکتا ہے اور شان حکیم سے بہت بعید ہے کہ ایسے کلام کے ساتھ نصیحت کرے جو کسی کی سمجھ ہی

ہیں نہ آتے (۶) قد جاءکم برھان من ربکم۔ وانزلنا الیکم نورًا مبینا۔ چونکہ مقطعات قرآنی کا کلام الٰہی ہونا ثابت ہے، لہٰذا اُسکا بُرہان اور نور مبین ہونا بھی ثابت اور کوئی کلام ہو برہان جب ہی ہو سکتا ہے کہ معلوم المعنی ہو سکے ورنہ برہان کیونکر ہو سکتا ہے۔

حدیث۔ (۱) ترکت فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا کتاب الله و سنتی اس حدیث سے ثابت ہے کہ تمسک کرنا قرآن مجید اور سنّت نبوی کے ساتھ ضلالت اور گمراہی سے محفوظ رکھتا ہے ہاں کلام ذو الوجوہ کے ساتھ تمسک کرنیکی جو شرایط قرآن مجید نے خود بیان فرمائی ہیں اسکا پابند ہونا ضروری ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ اس رسالہ میں مذکور رہوں گے۔

عقل۔ (۱) لو ورد شیء لا سبیل الی العلم به لکانت المخاطبة به تجری مجری مخاطبة العربی باللغة الزنجیة (تفسیر کبیر) اگر کوئی کلام ایسا وارد ہو جس کے علم کی طرف کوئی راہ ہی نہ پیدا ہو تو ایسے کلام کے ساتھ خطاب کرنا ایسا ہے کہ مثلاً عرب کے ساتھ زبان زنگی میں خطاب کیا جاوے۔

(۲) المقصود من الکلام الافهام فلو لم یکن مفهومًا لکانت المخاطبة به عبثا و سفها و انه لا یلیق بالحکیم (تفسیر کبیر) مقصود کلام سے مخاطب کا سمجھا دینا ہوتا ہے پس اگر وہ کلام مفہوم نہ ہو سکے تو پھر ایسے کلام کے ساتھ خطاب عبث ہے، بلکہ بیوقوفی ہے جو شان حکیم کے لایق نہیں اس تفسیر کے لکھنے کے لیے ان دلایل عقلیہ اور نقلیہ نے خاکسار کو تحریک کی۔ اور بعد اس کے کہ حضرت مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ السلام سے واسطے لکھنے اس تفسیر کے دعا کی درخواست کی اور مکرر درخواست کی۔ اور پھر اس دعا کے لیے آنحضرتؐ سے تشفی وعدہ بھی لے لیا اور مکرر وعدہ لے لیا تب اسکا لکھنا شروع کیا اگر ناظرین اس میں کوئی نکتہ عمدہ پادیں تو آنحضرت علیہ السلام کا فیضان ہے نہ میری طرف سے واللہ علیم بذات الصدور۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی ذات رحمٰن و رحیم سے امید ہے کہ یہ فعل میرا خالی از اجر بھی نہ ہوگا کلام نبوۃ میں بھی وارد ہوا ہے۔ عن ابن مسعود رضؓ قال قال رسول الله صلعم من قرأ حرفا من کتاب الله فله حسنة والحسنة بعشر امثالها لا اقول الم حرف الف حرف ولام حرف و میم حرف رواه الترمذی والدارمی (مشکوٰۃ شریف) شارحین حدیث اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ مراد الف سے مسمی اسم الف کا ہے یعنی مثلاً ا ل م جیسا کہ الم تر کیف فعل ربک میں ہے۔ پس چونکہ اسم الف میں تین حرف ہیں اور الم سورہ بقرہ میں ان حروف کے اسما ہی کا تلفظ ہوتا ہے۔ اس لیے صرف ایک اسم الف میں تین نیکیوں کا ثواب حاصل ہوا جو وہ بھی دس گنا ہوا علیٰ ہذا القیاس لام میں بھی اور میم میں بھی تین تین حرف ہیں تو تیس تیس نیکیوں کا ثواب الم سورہ بقرہ

وغیرہ میں حاصل ہوا کیونکہ مقطعات کا تلفظ انکے اسماسے ہی کیا جاتا ہے نہ انکے مسمٰی سے تو اس حساب سے الم بقر میں نوّے نیکیوں کا ثواب حاصل ہوا ہاں الم ترکیف کے الم میں صرف تیس نیکیوں کا ثواب حاصل ہوتا ہے کیونکہ اسمیں اسما کا تلفظ نہیں ہوتا جس میں تین تین حرف ہیں بلکہ مسمی اَ لَ مَ کا تلفظ ہوتا ہے جو ایک ایک ہی حرف ہے انتہیٰ مضمون الحاشیہ۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ مقطعات قرآنی بالضرور ذو الوجوہ ہیں اُنسے مراد بطور قطعیت کے ایک وجہ پر محصور نہیں ہوسکتی ہاں البتہ جو مراد اُنسے بیان کیجاوے اس میں کوئی فضیلت ایسی موجود ہو اور مابہ الامتیاز ایسا پایا جاوے کہ دوسرے متکلمین کے کلاموں مقطعات میں وہ فضیلت نہ پائی جاسکے کہ کلام الملوک ملک الکلام اور نیز محکمات قرآنی کے مطابق ہو اور اُن محکمات کے لیے مؤید ہو ورنہ وہ مراد غیر مقبول ہوگی اور اس امر کا قاعدہ انشاء اللہ تعالےٰ قرآن مجید سے ہی بیان ہوگا

وبہ نستعین وعلیہ التکلان

"التبیان فی تفسیر مقطعات القرآن"

"یعنی حروف مقطعات سُور قرآنیہ کا بیان"

"حقیقت کتاب اللہ الٰہی و نبوت محمدیہ"

نمبر ۳

قال اللہ تعالےٰ وما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینك اذًا لارتاب المبطلون بل ھو اٰیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم وما یجحد بایاتنا الا الظالمون پ ۲۱

استدلال مندرجہ آیت ہذا کا خلاصہ جس میں ترجمہ بھی آجاوے گا یہ ہے کہ اے پیغمبر قرآن مجید کا اعجاز صرف اسلیے ہی نہیں ہے کہ تم نے تو کتب اولین کا احاطہ کرلیا ہو اور تمہارے مکذبین کو ان کتب کا علم حاصل نہ ہو کیونکہ تم نے قرآن مجید سے پہلے ایک کتاب بھی نہیں پڑھی ہے چہ جائیکہ سب کتابیں پہلے انبیا کی پڑھ لی ہوں اور تم تو اپنے داہنیں ہاتھ سے بھی نہیں لکھ سکتے جو بہ نسبت بائیں ہاتھ کے داہیں سے باسانی بھی لکھا جاسکتا ہے اور اگر تم نے کتابیں بھی پڑھ لی ہوتیں یا خط وکتابت بھی کرسکتے تب بھی درصورت موجود ہونے دیگر وجوہ اعجاز قرآنی کے شک کرنیکا محل نہیں تھا ہاں اُسوقت کسی قدر بیہودوں کے شبہات کا محل ہوسکتا تھا لیکن تاہم علاوہ اس پر یہ کہ اس قرآن مجید کا اعجاز صرف اس وجہ سے بھی نہیں ہے کہ باوجود تمہارے اُمّی ہونیکے وہ تمام کتب سابقہ کا مجموعہ ہے بلکہ وہ تو آیات بیّنات ہیں کھلی ہوئی ادھر

روشن حجتیں ہیں اُن لوگوں کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ باوجود جامع ہونے قرآن مجید کے تمام انبیائے اوّلین کی صداقتوں کو الفاظ مختصرہ میں معارف اور حقایق بے نہایت بھی اُسمیں پائے جاتے ہیں اور مکذّبین جن کو علم پہلی کتابوں کا بھی ہے تو بھی اُسکی مثل بناکر نہیں لاسکتے اسلیے مکذّبین کا انکار ہماری ان آیات سے صرف بوجہ ظلم کے ہے یعنی بجائے عجز کے گویا ادعائے قدرت کا کر رہے ہیں پس اس سے بڑھ کر اور کونسا ظلم ہوگا ظلم کی یہی تعریف ہے کہ وضع الشئی فی غیر محلہ کسی شے کا غیر محل میں رکھدینا۔

واضح ہو کہ بوقت نزول اس آیت کے کسی مخالف مکذّب سے یہ منقول نہیں ہوا کہ اُس نے آنحضرت صلعم کے اُمّی ہونے سے انکار کیا ہو۔ اور ظاہر ہے کہ ہر ایک آیت قرآن مجید کی اسوقت تک بتواتر منقول ہوتی چلی آتی ہے پس آنحضرت صلعم کے اُمّی ہونے میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہوسکتا لہٰذا آپ کا اُمّی ہونا قطعیات سے ہوگیا۔ پس اگر ہم کلمات قرآنیہ میں ایسے معارف اور حقایق پاویں جو نہ کسی پہلی کتاب آسمانی میں مل سکتے ہوں اور نہ کسی فصیح و بلیغ کے کلام میں اسکا وجود پایا جاوے تو بطور قطع واجب کے ثابت ہوگا کہ یہ کلام طاقت بشری سے باہر ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے خصوصاً جبکہ پیشین گوئیاں انذار کی اور بشارات کی بھی پوری ہوتی ہوئی دیکھ لیویں۔

اب ہم یہاں پر بطور مثال کے مقطعات قرآنی کو اس لیے پیش کرتے ہیں کہ اگرچہ حروف مقطعات کو ہر ایک اُمّی بھی اپنے کلام میں استعمال کرسکتا ہے مگر جس شان سے اور جس مناسب موقع اور محل پر قرآن کریم نے انکا استعمال فرمایا ہے اس شان عظیم اور صفت خاصہ کے ساتھ کوئی فصیح اور بلیغ نہ پہلے استعمال کرسکا اور نہ اب استعمال کرسکتا ہے اور اسپر علاوہ پیشین گوئیوں کا پورا ہونا ہی جنکی طرف مقطعات مشیر ہیں کما سیاتی چونکہ حروف مقطعات معانی متشابہات سے ہیں یعنی ذوالوجوہ ہیں اور چند مرادیں اُنسے ہوسکتی ہیں لہٰذا حروف مقطعات سے مراد لینے میں ایک قاعدہ اور اصل کو مضبوطی سے پکڑ لینا ضروری ہے تاکہ ضلالت اور بدعت سے تحفظ حاصل ہو۔ اب اس اصل کو ہم ذیل میں لکھتے ہیں اور وہ اصل یہ ہے کہ جو کچھ مراد اُنسے لیجاوے وہ مراد محکمات مندرجہ سورۃ اور دیگر نصوص قرآنیہ کے مخالف نہو بلکہ مؤید ہو اور مضمون سورہ کیطرف ابتداً ہے اُس مراد میں اشارہ بھی ہو اور جو سورۃ کے مضمون میں کوئی پیشین گوئی ہو اور بالضرور ہوگی مقطعات اُسکی طرف ناظر بھی ہوں تاکہ اُسکا نشان نبوت ہونا بھی ثابت ہوجاوے کیونکہ حروف مقطعات فواتح اکثر سورتوں کی آیت شمار کیے گئے ہیں یہ قاعدہ اس آیت سے نکالا گیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ

هوالذي انزل عليك الكتاب منه آيات محكمات هن اُمّ الكتاب واخر متشابهات فاما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاويله وما يعلم تاويله الا الله والراسخون في العلم يقولون امنا به كل من عند ربنا وما يذكر الا اولوا الالباب ○ (ترجمہ تفسیری) اللہ تعالیٰ کی وہ ذات پاک ہے جس نے حسب مقتضائے صفت

عزیز و حکیم کی کتاب مختصر اور جامع تم پر نازل کی اور چونکہ باوجود اختصار کے معارف اور حقایق بے نہایت کا الفاظ مختصرہ میں موجود ہونا کیونکر متصور ہو سکتا ہے اسلیے اس میں آیات محکمات بھی ہیں جو سوائے ایک معنے اور ایک وجہ کے دوسرا احتمال اسمیں پیدا نہیں ہو سکتا اور وہی اصل کتاب ہیں جنکی طرف بوقت اشکال اور اشتباہ کے رجوع کرنا ضروریات سے ہے اور بعض دوسری آیات متشابہات ہیں جو بہت سے معانی کا احتمال رکھتی ہیں مگر واسطے تحفظ کے معانی بدعیہ اور شرکیہ سے اُنکا محکمات کی طرف لوٹانا ضروری ہے کیونکہ وہ محکمات اُم الکتاب ہیں اور ذوالوجہیں نہیں پس جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے یعنی میلان کفر و بدعت کی طرف ہے تو وہ اتباع کرتے ہیں ایسی وجہ یا مراد کا اس کتاب میں سے جو متشابہ ہے حق و باطل کے ساتھ واسطے خواہش فساد ڈالنے تناقض کے یا فتنہ کفر و بدعت میں ڈالنے کیلیے اور نیز واسطے طلب کرنے اس کی تاویل کے موافق اپنی رائے فاسد کے جو موافق محکمات کے نہو حالانکہ نہیں جانتا بطور قطع و حصر کے تاویل اُسکی کوئی مگر اللہ تعالیٰ اور راسخون فی العلم وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اس متشابہ پر کیونکہ کل محکم اور متشابہ ہمارے اسی پروردگار کی طرف سے ہے جو عزیز و حکیم ہے اور نہیں سمجھتے ہیں متشابہات کی وجوہ صحیحہ کو۔ مگر وہ لوگ جو مغز علوم سے خبردار ہوں اصل نمبر الف تو اس آیت سے بخوبی ثابت ہوتی ہے اور اصل نمبر ج اس لیے ضروری ہے کہ باتفاق قرائے اکثر مقطعات فواتح سور کی ایک آیت شمار کیے گئے ہیں اور آیت سے مراد کلام الٰہی میں متبادر یہی ہے کہ وہ ایک نشان نبوت کا بھی ہووے ورنہ پھر اسکا آیت کہنا چہ معنی دارد کیونکہ ہر ایک اُمّی ایسے مقطعات کو استعمال کر سکتا ہے۔ پھر ما بہ الامتیاز کلام الٰہی اور کلام انسانی میں کیا ہوگا۔ لہٰذا مقطعات کا استعمال کلام الٰہی میں ایسا ہونا ضروری ہوا کہ اس صفت خاصہ کے ساتھ کوئی فصیح و بلیغ استعمال نہ کر سکے تاکہ نشان نبوت ہونا اسکا واضح ہو جاوے۔ اور ہم نے مقطعات قرآنی کی کلام الٰہی ہونیکو اسی لیے پیش نظر رکھا ہے کہ مخالفین اسلام نے مقطعات قرآنی کو مورد اعتراضات بنا رکھا ہے حالانکہ انمیں ایسے ایسے معارف پائے جاتے ہیں کہ انسانی کلام میں ابتک موجود نہیں ہو سکے اور نہ ہو سکیں گے۔ اب ہم اس اصل مذکور کے نمبر ب کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ عرب عربا اور نیز دیگر فصحا و بلغائے عجم کا بھی یہ دستور قدیم سے آجتک چلا آیا ہے کہ جب کسی کتاب یا قصیدہ وغیرہ کو شروع کرتے ہیں تو اسکے آغاز اور ابتدا میں تحسین کلام کا بہت اہتمام کیا کرتے ہیں تاکہ سامع ابتدا ہی میں ہمہ تن گوش ہو کر تمام نظم یا نثر کو برغبت تامہ سنے اور اس صنعت یا عمل کو باصطلاح علم بلاغت حسن ابتدا کہتے ہیں اور حسن ابتدا کے بہت سے افراد ہیں سب سے بہتر اور عمدہ ترین افراد حسن ابتدا میں سے علم بلاغت میں صنعت براعت الاستہلال کی ہے دیکھو مطول مختصر معانی اور نیز دیگر کتب علم بلاغت مختلف زبانوں کو۔ براعت کے معنے ہیں کسی ہنر یا

فضیلت میں فائق اور کامل ہونا اور استہلال کے معنے ہیں وقت ولادت کے بچہ کا آواز کرنا۔ اور علم بلاغت میں صنعت براعت الاستہلال اسکو کہتے ہیں کہ ابتدائی خطبہ یا کتاب یا مطلع قصیدہ میں ایسے الفاظ کا لانا جو مشعر ہوں مقاصد اور مطالب مندرجہ اُس کتاب وغیرہ کی طرف اور وہی مقاصد متکلم کے نزدیک اہم المقاصد ہوں اور وجہ تسمیہ اس صنعت کے ساتھ براعت الاستہلال کی یہی ہے کہ جسطرح پر وقت پیدا ہونے بچہ کے اسکی آواز کرنیسے لڑکا یا لڑکی ہونا بچہ کا پہچانا جاتا ہے اسی طرح اُن الفاظ متناسبہ سے جو شروع کتاب یا قصیدہ وغیرہ میں متکلم بلیغ و فصیح لاتا ہے اُنسے بھی سامع کو معلوم ہوجاتا ہے کہ اس کتاب یا قصیدہ وغیرہ میں فلاں مضمون یا فلاں احوال متکلم کا مقصود بالذات ہے اگرچہ اصلی مقصود کی تائید کے لیے دیگر مضامین بھی بالتبع متکلم لایا ہو اور چونکہ براعت کے معنے بھی اس صنعت میں پائے جاتے ہیں۔ لہذا اس صنعت کا نام براعت الاستہلال رکھا گیا ہے کیونکہ فصحا اور بلغا کے نزدیک کلام بلیغ کے کمالات میں سے یہ صنعت بھی ایک بڑا کمال ہے جس سے اُس کلام کو دیگر کلاموں سے فوقیت اور براعت حاصل ہوجاتی ہے مثال اسکی کلام عرب سے مثلاً یہ شعر ہے ؎ بشرٰی فقد انجز الاقبال ما وعدا ٭ وکوکب المجد من افق العلے صعدا۔ ترجمہ۔ یعنی خوشخبری ہو کہ بے شک جو وعدہ اقبال نے کیا تھا اُسنے اُسکو پورا کر دیا۔ اور ستارہ بزرگی کا اوپچے کنارہ آسمان پر چڑھ گیا۔ اس شعر سے جو مطلع قصیدہ ابو محمد خازنی کا ہے سامع ذکی کو معلوم ہوجاوے گا کہ یہ قصیدہ کسی فرزند ارجمند کی ولادت کی مبارکباد میں لکھا گیا ہے کیونکہ ستارہ بزرگی اور اقبال کا کنارہ بلند آسمان میں صعود یا طلوع کرنا بوقت ولادت فرزند ارجمند کے واسطے طیاری زائچہ کے عرب میں ایک دستور مشہور تھا علےٰ ہذا القیاس یہ شعر ؎ ھی الدنیا تقول بملأ فیھا ٭ حذار حذار من بطشی وفتکی۔ یعنی یہ دنیا اپنے پورے منہ بھرے ہوئے آواز سے کہہ رہی ہے کہ ڈرو اور پرہیز کرو میری پکڑ اور قتل کر ڈالنے سے یہ شعر قصیدہ ابوالفتح ساوی کا مطلع ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قصیدہ کا مضمون کسی کی تعزیت میں لکھا گیا ہے اور واقعی یہ قصیدہ فخرالدولہ کے مرثیہ میں لکھا گیا ہے۔ زبان اردو ہندی میں بھی اس صنعت کا استعمال کیا گیا ہے چنانچہ اردو میں قصیدہ سودا کا مثلاً یہ مطلع ہے ؎ اُٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستان سے عمل۔ تیغ اردی نے کیا ملک خزاں مستاصل سامع ذکی۔ اس مطلع کے سننے سے معلوم کر لیویگا کہ اس قصیدہ میں موسم بہار کا ذکر ہوگا کیونکہ جن مہینوں میں خزاں واقع ہوتی ہے اُسکا نام فارسی میں بہمن و دے ہے جو تقریباً ماگھ اور پھاگن کے مطابق ہوتے ہیں اور اردی بہشت فارسی میں ماہ بہار کا نام ہے جو تخمیناً کسی قدر جیٹھ اور کچھ اساڑھ میں واقع ہوتا ہے۔ اور اردی بہشت کے معنے مانند بہشت کے ہیں اور ذوق کے قصیدہ میں مثلاً یہ شعر ہے ؎ واہ وا کیا معتدل ہے باغ عالم میں ہوا۔ مثل نبض صاحب صحت ہے ہر موج صبا۔

اس مطلع سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی صحت یابی کی مبارکباد میں یہ قصیدہ لکھا گیا ہے کیونکہ اعتدال نبض کا دلیل صحت کی ہوتا ہے - ہم نے یہ طول کلام اس لیے کیا ہے کہ ناظرین پر یہ بات واضح ہو جاوے کہ صنعت براعت الاستہلال کو ہر ایک زبان میں فصحا اور بلغا استعمال کیا کرتے ہیں - پس اللہ تعالیٰ نے بھی حسب مقتضا اپنی صفت رحمانیت اور رحیمیت کے سورتوں قرآن مجید کو بعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اس صنعت براعت الاستہلال کے ساتھ شروع کیا ہے تاکہ جو اصول فصاحت اور بلاغت کے اذہان بشریہ میں مرکوز ہیں آغاز کلام الٰہی کا اُنہیں کے موافق ہو تاکہ انسانوں کے لیے اوقع فی النفس ہونیکا فایدہ دیوے اور اس صنعت براعت الاستہلال کو دو طریق سے استعمال فرمایا ہے - اوّل تو حروف مقطعات سے جس کو بجز اُن ربانی علماء کے جو علوم دینیات میں عالی درجہ کی پایگاہ رکھتے ہیں مرادات صحیحہ الٰہیہ کو دوسرے اہل علم ظاہری کے نہیں سمجھ سکتے - اور دوسرا طریق عام و خاص اہل علم کے لیے اختیار کیا جو اہل علم و فضل ظاہری کے بھی تدبر کرنے سے بشرط تطہر معلوم کر سکیں - اور یہ دوسرا طریق اُن سورتوں میں پایا جاتا ہے جن میں حروف مقطعات نہیں ہیں اُنکی اوائل آیات میں بھی یہ صنعت پائی جاتی ہے مثلاً سورۃ نساکی اوّل ہی آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ یا ایّھا النّاس اتّقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیرا ونساءً واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبًا - ترجمہ اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمکو ایک نفس واحد سے پیدا کیا اور پھر اُس سے اُس کے جوڑے کو پیدا کیا اور اُن دونوں سے بہت سے مرد اور عورات کو پھیلا دیا ہے - اور ڈرو تم اُس اللہ سے جسکے واسطے سے تم باہم سوال کرتے ہو اور قرابتوں کا پاس و لحاظ رکھو بے شک اللہ تعالیٰ تمپر مطلع اور خبردار ہے یعنی وہ ہر ایک تمہارے فعل کی جزا و سزا دیگا ان خیرا فخیر وان شرا فشر یہ پیشین گوئی انذار اور بشارت کی ہوئی جو وقوع میں بھی آئی ہے اس سورہ کا نام سورۃ النساء ہے اول تو اس نام سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ ابواب النکاح کے قوانین بالضرور اس میں موجود ہوں گے سو بالضرور قوانین نکاح کے اس میں موجود ہیں - آیت مذکورہ میں وبث منھما رجالاً کثیرا ونساء فرمایا گیا ہے اس لیے ہر ایک عاقل سمجھ لیویگا کہ بسبب کثرت رجال و نساء کے قوانین تمدنی بھی اس سورۃ میں بیان کیے گئے ہونگے اور جو کچھ بے اعتدالیاں ابواب نکاح میں بایام جاہلیت واقع تھیں اُنکی اصلاح بھی کی ہوگی - اور محرمات عورتوں کا ذکر بھی اس سورہ میں ضرور ہوگا سو دا... یہ سب احکام اس سورۃ میں موجود اور مذکور ہیں - اور کثرت رجال و نسا کی مقتضی اس امر کی تھی کہ قوانین تمدنی بھی اس سورۃ میں موجود ہوں سو یہ جملہ احکام تمدنی خواہ مالی ہوں یا جانی فوجداری ہوں یا دیوانی

ان سب کی اصلاح بھی اس سورۃ میں کی گئی ہے اور چونکہ حالت تمدنی میں بتقاضائے بشریت اتلاف حقوق بھی واقع ہوجاتا ہے اُس اتلاف کے دور کرنے کے لیے بھی آئین ہونے ضروری ہیں سو وہ بھی اس سورۃ میں موجود ہیں اور ان قوانین کے اجرا کے لیے حکام اور افیسروںکا ہونا بھی ضروری تھا لہذا رعایا اور حکام کے درمیان جو حقوق باہم ہونے چاہیئے تھے اُنکی تفصیل بھی اس سورۃ میں موجود ہے۔ اور چونکہ کثرت رجال ونسا کی حالت میں موت وفوت کا واقع ہونا بھی ضروری ہے اس لیے قانون وراثت کا بیان بھی ضروری تھا جو باحسن طریق چند آیات اس سورۃ میں بیان ہوا ہے پھر یتامیٰ اور بیوگاں کی تربیت کے لیے بھی ہدایات کافی موجود ہیں۔ کثرت رجال ونسا کی حالت میں جو ایک نفس واحدہ سے پیدا کیے گئے ہوں اُنہیں باہم قرابت اور رشتہ داری کے سبب جن جن امور کا باہم برتنا چاہیئے اُنکا ذکر بھی اس سورۃ میں موجود ہے اس لیے الارحام اوّل ہی سورۃ میں فرمایا گیا ہے وغیرہ وغیرہ علیٰ ہذا القیاس وہ احکام وقوانین جو آیت بث منھما رجالاً کثیراً ونساء پر متفرع ہوتے ہیں اُن سب کا ذکر اس سورۃ میں موجود ہے۔ پھر ان جملہ حقوق العباد کے علاوہ خالق اور مخلوق کے درمیان جو تعلق ربوبیت اور عبودیت کا ہے جسکی طرف اتقوا ربکم اور اتقوا اللہ اشارہ کر رہا ہے اس لیے حقوق اللہ کا بیان بھی اس سورۃ میں مفصلاً مذکور ہوا ہے اور چونکہ کثرت رجال ونسا کی حالت میں بسبب موجود ہونے قوائے غضبیہ وشہویہ کے باہم عداوتیں بھی ہوجاتی ہیں اور پھر باہم حملجات اعدا کے واقع ہوتے ہیں اُن حملجات کے دفعیہ کے واسطے نہایت مناسب مناسب ارشاد موجود ہیں غرضکہ کہاں تک بیان کیا جاوے قاری خود جبکہ اس سورۃ کو تدبّر کے ساتھ پڑھیگا تو اُسکو ثابت ہوگا کہ اس آیت میں جملہ مضامین سورۃ کی طرف اشارہ ہے اور سورۃ کے اوّل ہی میں آیت کے الفاظ ایسے لائے گئے ہیں جنہیں صنعت براعت الاستہلال کی حاصل ہوتی ہے اور ان اللہ کان علیکم رقیباً میں مخالفین ومکذبین کے لیے ایک بڑا انذار فرمایا گیا ہے جو اشارہ کر رہا ہے اُن پیشین گوئیوں کی طرف جو سورۃ ہذا میں مندرج ہیں مثلاً فرمایا اللہ تعالیٰ نے یا ایّھا الذین اوتوا الکتاب اٰمنوا بما نزلنا مصدقاً لما معکم من قبل ان نطمس وجوھا فنردھا علیٰ ادبارھا او نلعنھم کما لعنّا اصحاب السبت وکان امر اللہ مفعولاً۔ ترجمہ اے اہل کتاب تم ایمان لاؤ اُس چیز پر جو نازل کی ہے ہم نے درانحالیکہ تصدیق کرنیوالی ہے اُس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے پہلے اس سے کہ ہم بگاڑ دیویں مونہوں کو پس لوٹا دیویں ہم اُن مونہوں کو اُنکی پیٹھوں پر یا پھٹکار دیویں ہم اُنکو جسطرح کہ پھٹکار دیا تھا ہفتہ والوں کو اور اللہ تعالےٰ کا حکم تو ہو کر ہی رہیگا۔ چنانچہ یہ وعید جو یہود اہل کتاب کے لیے تھا آنحضرت صلعم کی حیات میں ہی واقع ہو چکا

دیکھو سورہ حشر کو یا مثلاً یہ پیشین گوئی کہ عسی اللہ ان یکف باس الذین کفروا واللہ اشد باسا واشد تنکیلا ۔ ترجمہ۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے زور کو روک دیوے اور اللہ تعالیٰ کا زور سب سے زیادہ قوی اور سزا اُسکی سخت تر ہے۔ یہ پیشین گوئی بھی آنحضرت صلعم کی حیات میں ہی واقع ہو چکی جسکا ذکر متعدد جگہ پر قرآن مجید میں موجود ہے یا مثلاً یہ پیشین گوئی جو اسی سورۃ میں بیان فرمائی گئی ہے ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا وغیرہ وغیرہ یعنی اللہ تعالیٰ کافروں کے لیئے کوئی راہ غلبہ کا اوپر مومنین کے ہرگز ہرگز نہیں گردانیگا چنانچہ بہ تواتر ثابت ہے کہ یہ جملہ پیشین گوئیاں مخبر صادق کی حیات میں اور بعد وفات بھی واقع ہو چکیں حتیٰ کہ زمانہ آخر مسیح موعودؑ میں تو بڑے زور و شور سے واقع ہو رہی ہیں اور آیت ان اللہ کان علیکم رقیبا ان جملہ پیشین گوئیوں کے وقوع کی طرف ناظر ہے لہٰذا یہ آیت ایک نشان نبوت کا بھی ہو گئی اور یہی معنے ہیں آیت کے اور نیز الفاظ نظم آیت کے عجیب و غریب پر از معانی لطیفہ ارشاد ہوئے ہیں جو اندک تدبر سے انکی لطافت ثابت ہوتی ہے مثلاً یاایھاالناس میں لفظ ناس لایا گیا اور آگے لفظ نسا بھی موجود ہے اور یہ دونوں لفظ نسیان سے مشتق ہیں دیکھو صحاح وغیرہ کتب لغات کو اس لیے لفظ اتقوا بھی بمقابلہ نسیان مکرر کے مکرر لایا گیا پہلا اتقوا ربکم کے ساتھ ہے اور دوسرا اتقوا اسم اللہ کے پہلے ہے کیونکہ اتقا دو ہی طرح سے ہو سکتا ہے یا تو ترغیب کے ساتھ ہوگا جو ربکم میں پائی جاتی ہے اور یا اتقوا ترہیب کے ساتھ ہوگا جو اتقوا اللہ میں ہے پس دونوں اتقوا کو ملا کر حاصل مطلب یہ ہوا کہ ہر گاہ تمکو اُس ذات پاک رب نے تمدن کے ساتھ ایسا تربیت فرمایا کہ بسبب تمدن باہمی کے حوائج ہر ایک شخص کے بسبب باہمی تعاون کے بخوبی روا ہوتے چلے جاتے ہیں اور ہر ایک فرقہ اہل حرفہ دوسرے فرقہ اہل حرفہ یا غیر اہل حرفہ کا معاون و مددگار ہے تو ایسے رب کی تعمیل امر تمکو بالضرور کرنی چاہیئے جس نے بسبب اجتماع ابناء جنس کے باہم اسباب الفت اور محبت کے پیدا کر دیئے ہیں خصوصاً جبکہ یہ لحاظ بھی ہو کہ تم سب کی اصل ایک نفس واحدہ ہے اور قاعدہ ہے کہ جزو کی میل کل کی طرف اور کل کی خواہش جزو کی طرف ہوا ہی کرتی ہے کما قیل

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند ٭ کہ در آفرینش زیک جوہر اند ٭ چو عضوے بدرد آورد روزگار ٭ دگر عضوہا را نماند قرار ٭ تو کز محنت دیگران بیغمی ٭ نشاید کہ نامت نہند آدمی ٭

پس بالضرور تمکو احکام تمدنی کی بجا آوری میں اُس رب پالنہار سے ڈرنا چاہیئے اتقوا ربکم۔ اور اگر بسبب مکرر وقوع نسیان کے جو ناس اور نسا سے وقوع میں آجاتا ہے ہماری اس ربوبیت اور تربیت کو فراموش کر دو تو پھر ہماری شان الوہیت سے ڈرنا چاہیئے کیونکہ صفت الوہیت مشعر ہے کمال درجہ کی حکمت اور قدرت کو اور حکمت اور قدرت اسکی کب مقتضی ہو سکتی ہے اس امر کی کہ تو این اصلاح تمدن کو مہمل چھوڑ دیا جاوے اور باوجود تقاضائے حکمت اور قدرت کے جو واسطے اصلاح تمدن کے ہے فرمانبرداروں اور نافرمانوں کو یکساں کر دیا جاوے

کلا وحاشا یہ ہے حکمت تکرار اتقوا کی اور چونکہ خلط رجال و نسا کی حالت میں نسیان اور غفلت کا وقوع زیادہ تر متصوّر تھا لہٰذا تاکید پر تاکید ارشاد فرمائی گئی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال قطع رحم و کفران نعم وغیرہ سے غافل نہیں ہے بلکہ تمہارے ہر ایک کام کو دیکھ رہا ہے کہ حقوق قرابتوں کے اور دیگر حقوق ابنائے جنس کے اور حقوق اللہ وغیرہ وغیرہ تم کسطرح پر ادا کرتے ہو۔ اور مثلاً ایک نکتہ یہ ہے کہ رجال کو بوصف کثیر موصوف کیا گیا اور نسا کو بوصف کثرت موصوف نہ فرمایا اُس میں سرّ یہ ہے کہ ایک عورت میں دو مرد شریک نہیں ہو سکتے اور ایک مرد چند عورتوں سے چہار تک نکاح کرسکتا ہے۔ پس خود کثرت رجال کی کثرت نسا پر دال ہے اس لیے نسار کو کثرت کے ساتھ متصف کرنیکی ضرورت باقی نہیں رہی والعاقل تکفیہ الاشارۃ غرضکہ نظم قرآنی کے الفاظ میں وہ وہ اسرار و معارف مندرج ہیں کہ یہ مختصر تحریر اُنکی گنجایش نہیں رکھتی لہٰذا ہم اس آیت سورہ نسا کو یہیں ختم کرکے حروف مقطعات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں واضح ہو کہ حروف مقطعات کا استعمال دو حال سے خالی نہیں یا قدیم سے ہے یا بعد استعمال قرآن مجید کے جاری ہوا ہے اگر قدیم سے ہے تو قرآن مجید نے اگر اُنکا استعمال بموجب محاورات قدیمہ کے مع وجوہ اعجاز کے کیا تو پھر آجکل کے مخالفین کا اسپر کیا ایراد وارد ہو سکتا ہے اور اگر بعد استعمال قرآن مجید کے دیگر حکما اور علما نے انکا استعمال کیا ہے تو قرآن مجید اُن سب کا مقتدا رہا ہاں فرق اسقدر ہے کہ قرآن مجید کے مقطعات میں عجائب و غرائب اسرار ہیں اور اُنہیں پیشین گوئیوں مندرجہ سورۃ کی طرف بھی اشارات ہیں جو اپنے اپنے وقت میں پوری ہوئیں اور ہوتی جاتی ہیں اور دیگر حکما و علما کے استعمال مقطعات میں نہ وہ اسرار موجود ہیں اور نہ کسی پیشین گوئی کو متضمن ہیں وشتان بینھما۔ قال ابو العالیہ ان کل حرف منھا فی مدۃ اقوام و اٰجال اٰخرین (کبیر) وحمل ھٰذہ الحروف علٰے حساب الجمل عادۃ معلومۃ عند الناس (کبیر) ہاں ہمارے اس دعوٰی کا ثبوت (کہ مقطعات قرآنی میں صنعت براعت الاستہلال کے پائی جاتی ہے) علاوہ دلیل عقلی مذکورہ علم بلاغت کے دلایل نقلیہ سے بھی ہے۔ اوّل۔ آنکہ قال ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ فی کل کتاب سر و سرہ فی القراٰن اوائل السور و قال علی ؓ ان لکل کتاب صفوۃ و صفوۃ ھٰذا الکتاب حروف التہجی (کبیر) پس حضرت علی رضہ اور حضرت صدیق رضہ کا یہ قول تفسیر کبیر وغیرہ میں موجود ہے کہ اوائل سورتوں کے حروف مقطعات کے ایک سرّ ہیں اسرار کلام الٰہی سے اور قرآن مجید کی آیت مذکورہ اول والراسخون فی العلم میں بھی اسکی طرف اشارہ ہے کما قال تعالیٰ وما یذکر الا اولو الالباب* کیونکہ الباب لُب کی جمع ہے اور ظاہر ہے کہ سرّ اور لُب اور خلاصہ یہ تینوں لفظ قریب المعنی ہیں چونکہ صنعت براعت الاستہلال میں

* ترجمہ۔ اور نہیں یاد رکھتے اُن تاویلوں کو مگر صاحبان مغز علوم کے۔ منہ

بھی مقاصد مہمہ کا لُبّ اور خلاصہ ہی ہوا کرتا ہے تو اُسی سِرّ اور لُبّ کا نام بالفاظ دیگر اصطلاح علم بلاغت
میں براعت الاستہلال رکھا گیا ہے ولا مشاحۃ فی الاصطلاح (اور اصطلاح میں کوئی جھگڑا نہیں ہوا کرتا) ۔ دلیل دوم ۔ تفسیر سورہ
روم میں آنحضرت صلعم نے بضع سنین کو عدد آٹھ کے ساتھ معین فرما دیا تھا کما ثبت فی محلہ
اور آٹھ ہی سال کے بعد پیشین گوئی سورہ روم کی واقع ہوئی بعد تدبّر کے معلوم ہوا کہ الٓمٓ کی اعداد
بھی بحساب جمل صغیر آٹھ ہی ہوتے ہیں الف کا ایک عدد لام کے تین میم کے چار کیونکہ حساب جمل صغیر
میں دہائی کو اکائی کر لیا جاتا ہے اور سیکڑوں کو دہائی کر لیا جاتا ہے اور سورہ روم میں اہم المقاصد
اسی پیشین گوئی کا واقع ہونا ہے کیونکہ یومئذٍ یفرح المؤمنون میں پیشین گوئی عظیم الشان
فتح بدر کی بھی ہے کہ وہ بھی نزول سورۃ سے بعد آٹھ سال کے واقع ہوئی ۔ دلیل سوم قتادہ
سدی کلبی وغیرھم کا قول یہ ہے کہ حروف مقطعات قرآن یا سورتوں کے نام ہیں (کبیر)
اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ اگر یہ نام بلا کسی وجہ تسمیہ کے رکھے گئے ہیں تو قول باطل ہوا جاتا ہے کیونکہ
لغات عربیہ کا تو ایک یہ بڑا خاصہ ہے کہ کوئی لغت ایسا نہیں پایا جاتا جسمیں وجہ تسمیہ موجود نہ ہو پس کیونکر
ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید کی سورتوں کے نام جو عربی مبین ہے مہملات ہوں حاشا و کلا اور جبکہ
وجہ تسمیہ اُنمیں موجود ہے تو اس سے بہتر اور کوئی وجہ موجہ تسمیہ کی نہیں ہو سکتی کہ اُن ناموں میں
سورتوں کے مقاصد مہمہ کی طرف اشارات ہوں اندریں صورت بھی صنعت براعت الاستہلال کی موجود ہو گئی
شاہ ولی اللہ صاحب بھی فوز الکبیر میں تحریر فرماتے ہیں پس حروف مقطعہ اسمائے سوراند بایں معنی کہ جملۃً
دلالت میکنند بر آنچہ مفصلاً در سورہ مذکور مے شود شبیہ بآنکہ نام کتابے چیزے مقرر کنند کہ حقیقت
آں کتاب را پیش ذہن سامع واضح گرداند دلیل چہارم ۔ نسبت الٓمٓ سورہ بقرہ کے مروی ہے
کہ سورہ بقر الواح موسیٰ سے عنایت ہوئی ہے یعنی الف سے مراد اوائل لام سے الواح میم سے
موسیٰ ۔ اس سے اصل توراۃ کے مضمون کی طرف اشارہ ہوا جو سورہ بقر میں مندرج ہے ۔ لہٰذا
اس روایت کا رجوع بھی براعت الاستہلال ہی کی طرف ہوا ۔ اس دعوے کے لیے اور بھی ادلہ
ہیں جو تفسیر کبیر وغیرہ سے مفہوم ہوتے ہیں ۔ حضرت امام آخر الزمان مہدی علیہ السلام نے اس کی
تفسیر میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ ہر ایک شے کے لیے چار علل ہوتی ہیں ۔ علت
فاعلی علت مادی علت صوری اور علت غائی ۔ الم میں الف انا کا ہے لام اللہ کا اور میم
اعلم کا یعنی الٓمٓ ۔ انّا اللہ اعلم کا مخفف اور مختصر ہے کما قال ابن عباس فی الٓمٓ انا اللہ
اعلم و فی المٓصٓ انا اللہ افضل و فی الٓرٰ انا اللہ اریٰ و ھٰذا روایۃ ابی صالح و

سعید بن جبیر عنہ پس الم علت فاعلی ہے ذٰلك الكتاب بمنزلہ علت مادّی کے ہے لا ریب
فیہ بمنزلہ علت صوری کے اور ھدی للمتقین بمنزلہ علت غائی کے ہوا چونکہ یہ قول حضرت
امامؑ کا ایک عجیب و غریب نکتہ ہے۔ لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ جسقدر سورتوں کے اوائل میں الم آیا ہے
اُنہیں اس لطیفہ کو مع وجہ اعجاز کے جاری کریں تاکہ ہر ایک حرف کے بیان کرنیمیں ہمکو ایک نیکی مرحمت ہو
جیساکہ کلام نبوت میں وارد ہوا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ مَیں نہیں کہتا ہوں کہ الم ایک حرف ہے
بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے اور ہر ایک حرف کی تلاوت سے
مومن متبع کو بحکم من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا (جو شخص ایک نیکی کریگا اُسکے لیے
دس گنا اُس نیکی کا ثواب ملیگا) کی دس نیکیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرحمت ہوتی ہیں یعنی دس نیکیوں کا
ثواب ملتا ہی کما مر اگر کوئی کہے کہ باوجود واضح ہونے قرآن مجید کے ایسے دقیق اشارات قرآن مجید میں
کیوں رکھے گئے ہیں تو جواب اُس کا یہ ہے کہ علاوہ دیگر مقاصد مہمہ قرآنیہ کے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ
اذہان بشریہ کو وقتاً فوقتاً بتدریج ترقی بخشتا ہے۔ اس لیے جابجا تدبر تعقل اور تذکر کی تاکید بار بار
ارشاد فرمائی گئی ہے اور کلام نبوت میں بھی وارد ہوا ہے (لکل آیۃ ظھر و بطن الحدیث)
یعنی ہر ایک آیت کے لیے ایک ظاہر ہے اور باطنی علوم بھی اُسمیں موجود ہیں تاکہ انسان تدبر اور تذکر
میں ترقی کرتا کرتا کمالات انسانی کو حاصل کرلیوے اور اُسکا قلب انوار الٰہی کا مورد بنجاوے اور اس
تدبر کی برکت سے مورد انوار غیبیہ کا ہوتا ہے ؎ اے برادر بے نہایت درگہیست ۔ ہرچہ بروے میرسی بروے
مایست ۔ کما قال اللہ تعالیٰ لترکبن طبقا عن طبق یعنی البتہ تم چڑھتے ہوئے چلے جاؤ گے ایک
حالت سے دوسری بڑی حالت پر۔ چونکہ قرآن مجید ام الکتاب اور خاتم الکتب ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے علاوہ مقاصد
واضحہ کے ایسی صنائع اور بدائع مذکورہ کا بھی استعمال اس خاتم الکتب میں فرمایا ہے تاکہ کسی درجہ کا انسان اُسکے
فیضان عام سے محروم نہ رہے۔ کما قیل ؎ بہار عالم حسنش دل وجان تازہ میدارد۔
برنگ اصحاب صورت را ببو ارباب معنی را چونکہ سورہ بقر میں ہر چہار علل کا ثبوت مع پیشین گوئی
ہائے عظیم الشان کے مندرج ہے۔ لہٰذا الم کا آیت نبوت ہونا بھی ثابت ہوا مثلاً یہ آیت ذیل ہے
جس سے اللہ تعالیٰ کا اعلم ہونا اور قرآن مجید کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کامل ہدایت نامہ نازل ہونا ثابت
ہوتا ہی فرمایا اللہ تعالیٰ نے وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من
مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین فان لم تفعلوا
ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین

سورہ بقر ع ۳

یعنی اور اگر ہو تم بیچ شک کے اُس چیز سے کہ اُتاری ہم نے اپنے بندے پر پس لے آؤ ایک سورۃ مثل اُسکی سے اور بلاؤ شاہدوں اپنوں کو سوائے اللہ کے اگر ہو تم سچے پس اگر نہ کر سکے تم اور ہرگز نہ کر سکو گے تم پس ڈرو اُس آگ سے جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں طیار کی گئی ہے واسطے منکروں کے۔ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کا اعلم ہونا ثابت ہوا اور قرآن مجید کا لاریب فیہ ہونا بھی ثابت ہوا کیونکہ کوئی فصیح و بلیغ ایک چھوٹی سی سورۃ کی مثل بنا لانے پر بھی قادر نہ ہو سکا باوجودیکہ مخالفین مکذبین نے جلاوطن ہونا اختیار کیا مقاتلہ کر کے قتل و غارت ہو گئے اور باوجودیکہ فصاحت اور بلاغت میں شہرۂ آفاق بھی تھے اور اس تحدی مذکورہ میں جو متعدد آیات میں بہ سخت مبالغہ ہے اور الفاظ غیرت دہ کے ساتھ مطالبہ بھی کیا گیا ہے لیکن ایک چھوٹی سی سورۃ بھی نہ بنا سکے فثبت الاعجاز اور جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسکا ہونا ثبوت کو پہنچ گیا تو ھدی للمتقین ہونے میں اُسکے کیا کلام رہا پس الم یعنی انا اللہ اعلم جو ان پیشین گوئیوں کی طرف اشارہ کر رہا ہے اُسکا نشان نبوت ہونا بھی ثابت ہوا وہو المطلوب علیٰ ہذا القیاس دیگر متعدد جگہ پر بھی ثبوت موجود ہیں۔ اور یہی دلیل مسیح موعودؑ کی حقیت کی اُسکی کتب متحدیانہ میں جو تائیداً للاسلام لکھی گئی ہیں بعینہٖ جاری ہو سکتی ہے۔

سورۂ ۲ آل عمران ۔ سورہ آل عمران میں بھی علل اربعہ موجود ہیں الم یعنی انا اللہ اعلم علت فاعلی ہے نزل علیک الکتاب بمنزلہ علت مادی کے بالحق مصدقا لما بین یدیہ بمنزلہ علت صوری کے ھدی للناس بمنزلہ علت غائی کے اور ان علل اربعہ کا بیان دلایل یقینیہ کے ساتھ اس سورہ میں موجود ہے مع پیشین گوئیوں کے مثلاً یہ آیت قل للذین کفروا ستغلبون وتحشرون الیٰ جہنم وبئس المہاد یعنی کہدو تم واسطے منکروں کے کہ تم بہت جلد مغلوب ہو جاؤ گے اور جمع کیے جاؤ گے دوزخ کی طرف اور بُرا وہ بچھونا ہے۔ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کا اعلم ہونا ثابت ہوا کہ جو پیشین گوئی مخالفین کے لیے فرمائی گئی تھی وہ آنحضرت صلعم کی حیات ہی میں واقع ہو گئی اور قرآن مجید کا لاریب فیہ ہونا اور ھدی للناس ہونا بھی حیز ثبوت کو پہونچ گیا جو الم میں اشارۃً مذکور ہوا تھا پس الم کا نشان ہونا بھی مع صنعت براعت الاستہلال کے ثابت ہوا وہو المطلوب۔

سورۂ ۳ عنکبوت ۔ سورہ عنکبوت بھی الم سے شروع کی گئی ہے اور اُس کے اول میں صرف الم یعنی انا اللہ اعلم پر جو فعّالٌ لما یرید ہے اکتفا کیا گیا ہے باقی علل کا بیان اول سورہ میں نہیں ہوا کما قال اللہ تعالیٰ قل اللہ ثم ذرہم کہدو تم کہ اللہ نے اُتاری ہے کتاب پھر چھوڑ دو اُنکو اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات حمیدہ کا بیان فرمایا ہے کیونکہ اُسم ذات اللہ جو انا اللہ اعلم میں ہے،

وہ جامع تمام صفات کاملہ کا ہے۔ اور بعض انبیا کی کامیابی اور مخالفین کی ہلاکت اور تباہی اس لیے بیان فرمائی گئی ہے کہ اسی طرح پر آنحضرت صلعم کامیاب ہو دیں گے اور آپکے مخالفین نامراد اور ہلاک ہوجاویں گے اور اثنائے سورہ میں قرآن مجید کی حقیت پر برہان قایم کرتے ہوئے مومنوں کے لیے اُسکا رحمت ہونا بیان فرمایا اور منکرین کے لیے پیشین گوئی خسران کی بیان فرمائی گئی۔ کما قال اللہ تعالیٰ ا و لم یکفھم انا انزلنا علیك الکتاب یتلی علیھم ان فی ذٰلك لرحمة و ذکری لقوم یؤمنون الی قولہ تعالیٰ و الذین اٰمنوا بالباطل وکفروا باللہ اولئك ھم الخاسرون ۔ ترجمہ۔ کیا نہیں کافی ہے اُنکو یہ کہ اُتاری ہمنے اوپر تیرے یہ کتاب پڑھی جاتی ہے اُنکے اوپر بے شک بیچ اسکے البتہ رحمت ہے اور نیز نصیحت واسطے اُس قوم کے جو ایمان لاتے ہیں اس قول الٰہی تک اور جو لوگ کہ ایمان لائے جھوٹ پر اور کفر کیا ساتھ اللہ کے وہ لوگ وہی ٹوٹا پانیوالے ہیں۔ اس آیت سے انا اللہ اعلم کا ثبوت کامل ہوگیا کیونکہ یہ پیشین گوئی آنحضرت صلعم کی حیات میں ہی واقع ہوگئی۔ اور نیز بیان پر اس آیت میں علل اربعہ کی تفصیل بھی بیان فرمادی گئی کیونکہ اولم یکفھم انا انزلنا علیك الکتاب بمنزلہ علت فاعلی اور مادی کے ہے اور یتلی علیھم بمنزلہ علت صوری کے اور ان فی ذٰلك لرحمة و ذکری لقوم یؤمنون بمنزلہ علت غائی کے اور نیز فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ میں وما انتم بمعجزین فی الارض ولا فی السماء ومالکم من دون اللہ من ولیّ ولا نصیر یعنی اور نہیں ہو تم عاجز کرنیوالے زمین میں یعنی نہ تمھارے دوست و آشنا عاجز کرسکتے ہیں اور نہ آسمان میں یعنی فرشتے اور انبیا جنکو تم نے معبود قرار دے رکھا ہے اور نہیں واسطے تمھارے سوائے اللہ کے کوئی کارساز اور مددکرنیوالا یہ پیشین گوئی بھی واقع ہوگئی اور الم میں ان جملہ پیشین گوئیوں کی طرف اشارہ ہے پس الم ایک نشان نبوت کا ہوا مع صنعت براعت الاستہلال کے وھو المدعا۔

سورۂ روم۔ یہ سورہ بھی الٓمّٓ سے شروع ہوئی ہے اس میں بھی صنعت براعت الاستہلال کی مع اعجاز پیشین گوئی کے موجود ہے مختصر بیان اُسکا یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے وقت میں ملک روم نصاریٰ کے قبضہ میں تھا اور ملک فارس کا آتش پرستوں کے تصرف میں تھا اتفاقاً دونوں سلطنتوں میں لڑائی واقع ہوئی مسلمان چاہتے تھے کہ روم کی فتح ہو کیونکہ وہ اہل کتاب ہیں اور مشرکین عرب کی خواہش تھی کہ اہل فارس کی فتح ہو کیونکہ یہ بھی مشرک وہ بھی مشرک ع کند ہمجنس باہم جنس پرواز + اتفاقاً فارس کی فتح ہوئی تو مشرکین عرب بہت خوش ہوئے اس سورۃ میں پیشین گوئی فرمائی گئی کہ اگرچہ روم اسوقت میں مغلوب ہوگئی ہے لیکن چند سالوں کے بعد روم ہی فارس پر غالب اور فاتح ہوجاویگی چنانچہ ایسا ہی

کچھ واقع ہوا اور یہ ایک بڑا معجزہ ہے کہ دو سلطنتوں کے درمیان ایسا فیصلہ قطعی فتح اور شکست کا کردیا جاوے خصوصاً اُس سلطنت کی نسبت جو غالب ہوچکی ہے معہذا پھر اُس کی مغلوبی کی پیشین گوئی یقینی طور پر مشتہر کردیجاوے ایسی پیشین گوئی بجز اُس علام الغیوب کے کون کرسکتا ہے اس لیے یہ سورہ بھی الف لام میم یعنی انا الله اعلم کے ساتھ شروع کی گئی اور یومئذ یفرح المؤمنون میں ایک دوسرا نکتہ ہے کہ فتح بدر کے ایام میں یہ پیشین گوئی واقع ہوئی ہے پس اندرینصورت الم میں صنعت براعت الاستہلال کی مع تضمن پیشین گوئی کے حاصل ہوگئی اور تیسرا نکتہ یہ ہے کہ یہ پیشین گوئی وقت نزول اس سورۃ سے آٹھ برس کے بعد واقع ہوئی ہے اور الم کے عدد بھی بحساب جمل صغیر آٹھ ہی سال ہوتے ہیں کما مر یعنی الف کا عدد ایک لام کے تین اور میم کے چار کیونکہ حساب جمل صغیر میں دہائی کو اکائی شمار کیا جاتا ہے اور سیکڑہ کو دہائی۔ علیٰ ہذا القیاس سبحان اللہ کیا سچ فرمایا مخبر صادق نے کہ لا تنقضی عجائبہ یعنی اُس کے عجائبات کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

سورہ لقمٰن میں اول ہی سے علل اربعہ کا بیان فرمایا گیا ہے الم بمنزلہ علت فاعلی کے ہے تلک اٰیات الکتاب بمنزلہ علت مادی کے الحکیم یعنی حکمت اور دانش کی بھری ہوئی کتاب بمنزلہ علت صوری کے اور ھدی ورحمۃ للمحسنین بمنزلہ علت غائی کے ہے اور انہیں امور کی تشریح اس سورۃ میں موجود ہے مع تضمن پیشین گوئی کے چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے واذا تتلی علیه اٰیاتنا ولّٰی مستکبرا کان لم یسمعھا کان فی اذنیه وقرا فبشرہ بعذاب الیم یعنی اور جب پڑھی جاتی ہیں اُس منکر پر ہماری آیتیں تو مُنہ پھیر کر غرور کرتا ہوا چلدیتا ہے جیسے اُسنے ہماری آیتوں کو سنا ہی نہیں گویا اُسکے دونوں کانوں میں گرانی ہے یعنی ٹینٹ ہیں تو ایسے شخص کو خوشخبری عذاب دردناک کی سنادو۔ چنانچہ جسقدر ایسے معاند آنحضرت صلعم کے تھے وہ علاوہ عذاب آخرۃ کے عذاب دنیاوی میں بھی ہلاک اور تباہ ہوگئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اعلم ہونے پر علاوہ اُس ثبوت کے یہ ثبوت بھی دیا گیا ہے یا بنی انھا ان تک مثقال حبة من خردل فتکن فی صخرۃ او فی السمٰوات او فی الارض یات بھا الله ان الله لطیف خبیر۔ یعنی اے بیٹے میرے بہ تحقیق اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی عمل ہو اور وہ کسی پتھر کے اندر رکھا ہوا ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین کے اندر ہو تو اُسکو بھی اللہ تعالیٰ واسطے حساب کتاب کے حاضر کردیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور باخبر ہے۔ یہ مقولہ لقمان کا ہے جو عرب کے نزدیک بھی مسلم ہیں الحاصل الم میں بطور براعت الاستہلال کے مضمون سورۃ موجود ہے اور پیشین گوئی مندرجہ سورۃ واقع ہوگئی لہذا

الٓمٓ نشان نبوت کا بھی ہو گیا و ہو المدعا۔

سورہ سجدہ جو الٓمٓ سے شروع کی گئی ہے اُس میں بھی علل اربعہ اول ہی میں بیان فرمائی گئی ہیں الٓمٓ بمنزلہ علت فاعلی کے تنزیل الکتاب بمنزلہ علت مادی کے اور لاریب فیہ من رب العلمین بمنزلہ علت صوری کے اور لتنذر قوما ما اتاھم من نذیر من قبلک لعلھم یھتدون بمنزلہ علت غائی کے۔ اور انہیں کی توضیح اور تشریح اس سورۃ میں موجود ہے اور پیشین گوئی بھی موجود ہے مثلاً یہ آیت ولنذیقنھم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر لعلھم یرجعون اور البتہ چکھاویں گے ہم ادنیٰ عذاب دنیا کا جو قریب تر ہو بڑے عذاب سے ورے اور پہلے تاکہ یہ منکرین ہماری طرف رجوع کریں عذاب ادنیٰ سے۔ مراد فتح بدر ہو یا دیگر فتوحات اسلام کی مثل فتح مکہ وغیرہ اور شکست مخالفین کی۔ بہرحال یہ پیشین گوئی واقع ہوگئی اور انا اللہ اعلم کا مضمون صادق ہوا پس الٓمٓ علت فاعلی مع بقیہ علل کے یہاں پر موجود ہے اور الٓمٓ کا آیت نبوت ہونا بھی حیز ثبوت کو پہنچ گیا اور صنعت براعت الاستہلال کی بھی حاصل ہوگئی۔ وہو المقصود

سورہ اعراف المٓصٓ سے شروع ہوئی ہے الٓمٓ سے تو وہی انا اللہ اعلم مراد ہے اور صٓ سے آنحضرتؐ کا نبی صادق ہونا مراد ہے اور مضامین سورۃ کا یہی لُبّ لباب ہے باقی مطالب اُس کے لیے مؤید ہیں اور نیز پیشین گوئی فتح مکہ اور تباہی یہود کی بھی مذکور فرمائی گئی ہے جو آنحضرت صلعم کی حیات میں ہی پوری ہوئی جس سے انا اللہ اعلم کا مضمون مشاہد کرا دیا گیا اور اسی سے آپ کا نبی صادق ہونا بھی معلوم ہوا اور مثلاً یہ آیت جو ذیل میں ہے آپکی صداقت پر بڑی کامل دلیل ہے ورحمتی وسعت کل شیٔ فساکتبھا للذین یتقون ویؤتون الزکوٰۃ والذین ھم بایاتنا یؤمنون الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل آخر آیت تک۔ یعنی اور میری رحمت ہر ایک چیز کو شامل ہے بس قریب ہے کہ ہم اُسکو اُن لوگوں کے لیے لکھیں گے جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاویں گے یعنی وہ ایمان والے جو اس رسول نبی اُمّی کی پیروی کرتے ہیں جنکی بشارتیں تورات اور انجیل میں لکھی ہوئی ہیں اور نبی اُمّی صلعم میں وہ تمام بشارتیں موجود پائی جاتی ہیں۔ اس آیت کے آگے پھر تاکیداً فرمایا جاتا ہے فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون ۰ یعنی پس جو لوگ اس نبی اُمّی پر ایمان لائے اور اُسکی حمایت کی اور اُسکو مدد دی اور جو نور یعنی قرآن مجید اُسکے ساتھ بھیجا گیا ہے۔

اُن کی پیروی کی وہی لوگ دین و دنیا میں کامیاب ہونیوالے ہیں۔ ف۔ واضح ہو کہ حضرت موسیٰ نے جناب باری میں یہ دعا کی تھی کہ اے پروردگار تو سب بخشنے والوں سے بہتر بخشنے والا ہے تو ہمارے لیے دنیا و آخرت دونوں کی بہتری لکھدے اس آیت سے پہلے یہ دعا موسیٰ کی مذکور ہے اس سوال موسیٰ علیہ السلام پر یہ جواب مذکور مرحمت ہوا تھا اور اس نبی اُمّی کے زمانہ بعثت کو فصل ۳ کتاب اعمال ورس ۲۲ و ۲۳ میں مابین تشریف بری عیسیٰ و بار دگر آمد مسیح موعود قرار دیا گیا ہے اور حضرت عیسیٰ کے حواریوں نے پیشین گوئی تورات سفر استثنا فصل ۱۸ کو بحق اس نبی اُمّی کے تسلیم کیا ہے ایسی ہی پیشین گوئیونکا حوالہ اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ یجدونہ مکتوبًا عندھم فی التورات والانجیل اس لیے سورہ اعراف میں المّص کے ساتھ صنعت براعت الاستہلال کی بیان فرمائی گئی اور حرف ص سے اشارہ آنحضرت صلعم کے صادق نبی ہونے پر کیا گیا اور دیگر انبیا علی نبینا وعلیہم السلام کی کامیابی اور اُنکے مخالفین کی ہلاکت اس غرض سے بیان کیگئی ہے کہ اسی طرح پر یہ نبی صادق بھی کامیاب ہو جاوے گا اور آپکے مخالفین نامراد اور ناکام ہو جاویں گے چنانچہ ایسا ہی کچھ واقع ہوا پس المّص کا نشان نبوت ہونا بھی ثابت ہو گیا اور یہی مطلب ہے اُس کے آیت ہونے سے اور علل اربعہ بھی اوّل سورۃ میں موجود ہیں۔

سورہ یونس الرٰ سے شروع کیگئی ہے جو اشارہ ہے طرف انا اللہ ربکم کے یا انا اللہ رب العلمین کے اس میں علل اربعہ کا بیان موجود ہے انا اللہ ربکم علت فاعلی ہے اور تلك اٰیات الکتاب علت مادی۔ اور الحکیم یعنی حکمت اور دانش سے بھری ہوئی کتاب علت صوری ہے اور ان انذر الناس و بشر الذین اٰمنوا الی آخرہ علت غائی ہے ربکم کی ر الرٰ میں اس لیے لائی گئی ہے کہ صفت ربوبیت عامہ اللہ تعالےٰ کی اس قرآن مجید کے انزال کے لیے مقتضی ہوئی ہے جیسا کہ فرمایا اسی سورۃ میں یا ایھا الناس قد جاءتکم موعظۃ من ربکم و شفاء لما فی الصدور و ھدی و رحمۃ للمؤمنین یعنی اے لوگو! تحقیق تمھارے رب کی طرف سے یہ ایک نصیحت نامہ آیا ہے اور تمھارے امراض قلبی کیلیے شفا ہے اور ہدایت اور رحمت ہے ایمان والوں کیلیے۔ عرب کا حال قبل بعثت کے کس کو معلوم نہیں ہے؟ اور پھر بعد بعثت کے بذریعہ قرآن مجید کے جو اُنکی اصلاح ہوئی وہ بھی کس کو نہیں معلوم؟ پس یہ پیشین گوئی کامل طور پر پوری ہوگئی لہٰذا الرٰ کا صنعت براعت الاستہلال ہونا مع آیت ہونے نبوت کے واضح ہو گیا و ھو المدعا خصوصًا جبکہ یہ لحاظ بھی کیا جاوے کہ مکذبین سے مثل ایک سورۃ کے بنالانے پر بڑی زور و شور سے تحدی کی گئی ہے کما قال اللہ تعالیٰ ام یقولون افترٰہ قل فأتوا بسورۃ مثلہ وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ ولما یأتھم تاویلہ کذٰلك کذب الذین من قبلھم فانظر کیف کان عاقبۃ الظالمین ۝ ترجمہ تفسیری کیا یہ مکذب کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے قرآن کو خود بنالیا ہے اس کے جواب میں

کہدو چونکہ تم بھی اہل زبان ہو تو بنالاؤ تم ایک سورۃ جو مثل اُسکے ہو خوبی نظم اور فصاحت و بلاغت اور معنے میں مع تضمن پیشین گوئیوں کے یعنی تھوڑے سے الفاظ میں معانی و علوم بھی بہت سے موجود ہوں اور مشتمل ہو دلایل اور حجتوں پر جن سے تمام شبہات دور ہوتے ہوں اور اپنی مدد کے لیے بلالو جسکو تم بلاسکتے ہو اگر تم سچے ہو اس گمان میں کہ یہ قرآن آنحضرت صلعم کا افترا ہے۔ یہ امر تو اُن سے نہیں ہو سکا بلکہ جھٹلایا انہوں نے اُس چیز کو جس کے علم پر انہوں نے احاطہ نہیں کیا تھا اور ابھی تک نہیں آئی اُنکے پاس اُسکی حقیقت اور تاویل اسی طرح اُن لوگوں نے جھٹلایا تھا جو اُنسے پہلے ہو چکے ہیں پس دیکھو کہ کیسا ہوا انجام ظالموں کا یعنی ان مکذبین پر بھی ویسا ہی عذاب انجام کار کو نازل ہوگا الٓر کے آیت ہونے کے اور دیگر وجوہ بھی ہیں۔

سورۂ ہود بھی الٓر سے شروع ہوئی ہے اور اسکے اول میں علل اربعہ بھی موجود ہیں جو اندک غور کرنے سے معلوم ہوسکتے ہیں اور چونکہ مقتضی صفت ربوبیت عامہ کا مکذبین کے لیے درصورت تکذیب کے جانیکے انذار کرنا بھی ہے تاکہ شرارتوں اور ظلموں سے پرہیز کریں اور اس سورۃ میں متعدد جگہ حسب مقتضی صفت ربوبیت کے مخالفین کو انذار فرمایا گیا ہے کماقال اللہ تعالیٰ وکذٰلک اخذ ربک اذا اخذ القریٰ وھی ظالمۃ ان اخذہٗ الیم شدید۔ یعنی اور اسی طرح تیرے رب کی پکڑ ہوتی ہے جب بستیوں کے لوگ ظلم اور شرارت پر کمر باندھیں بیشک اُسکی پکڑ بڑی دردناک اور سخت ہے۔ اور جیساکہ فرمایا ان ربک فعال لما یرید بے شک تمہارا پروردگار جس امر کو چاہتا ہے کرڈالنے والا ہے یعنی اُسکے ارادۂ عذاب کو کوئی روکنے والا نہیں اس لیے یہ سورۃ بھی الٓر یعنی انا اللہ رب العلمین سے شروع کی گئی اور چونکہ جو وعیدیں آنحضرت صلعم کے مخالفین کو اس سورۃ میں بیان فرمائی گئی تھیں واقع ہو گئیں جسکا اشارہ الٓر میں حسب مقتضی صفت ربوبیت کے موجود ہے اس لیے الٓر کا صنعت براعت الاستہلال ہونا مع نشان نبوت کے ثابت ہوا فہو المدعا۔

سورۂ یوسف بھی الٓر سے شروع کی گئی ہے اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے بطور ایک نظیر کے اپنی صفت ربوبیت کو قصۂ حضرت یوسفؑ میں اس لیے بیان فرمایا ہے کہ اہل بصیرت سمجھ لیویں کہ آنحضرت صلعم جو سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں اُنکی نسبت ہماری یہ صفت ربوبیت بطریق اولیٰ متوجہ ہو رہی ہے گو اوائل میں مثل حضرت یوسف کے کیسیقدر مصائب بھی پیش آویں جیساکہ حضرت یوسف کو مشقت چاہ پیش آئی اور آنحضرت صلعم کو بوقت ہجرت کے غار ثور کی محنت پیش آئی اور جیسا حضرت یوسف کے بھائیوں نے اُنکے قتل کا ارادہ کیا اور اُنکو قتل سے نجات دیگئی۔ آنحضرت صلعم کو بھی قبایل عرب نے جو آپکی برادری سے تھے قتل کرنا چاہا اور اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت نے آپ کو قتل سے محفوظ رکھا اگر حضرت یوسفؑ کو بعد واقعہ ہجرت و سجن کے تخت عزت پر بٹھایا گیا تو آنحضرت صلعم کو بعد واقعۂ ہجرت کے فتح بدر ہو کر مسند خلافت علیا اور ختم نبوت کے عرش پر جانشین فرمایا گیا اگر حضرت یوسفؑ کو نبوت جزئی عطا ہوئی تو آنحضرت صلعم کو خطاب

ومآ

ارسلناک الا رحمۃ للعلمین مرحمت ہوا اور حضرت یوسفؑ نے اپنے چند بھائیوں کو مخاطب کرکے لا تثریب علیکم الیوم کہا۔ آنحضرت صلعم نے بھی بوقت فتح مکہ کے کل اپنے برادران اور قبایل سے جو سخت دشمن تھے مگر ایمان لے آئے۔۔۔ لا تثریب علیکم الیوم فرمایا حضرت یوسف کو انتظام ایک ملک کے لیے تدبیر معاش سکھائی گئی۔ آنحضرت صلعم کو انتظام تمام ممالک دنیا کا قیامت تک تعلیم فرمایا گیا جو بعد آپکی وفات کے بذریعہ خلفاء کے ہوا اور ہوتا ہے اور ہوتا رہیگا جیساکہ اس چودھویں صدی میں بذریعہ مسیح موعودؑ کے برنگ جمالی رافت اور رحمت کے سامان امن و امان ہو رہا ہے علی ہذا القیاس دیگر امور مندرجہ سورہ کو سمجھ لینا چاہیئے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں ارشاد فرمایا کہ لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب یعنی بے شک البتہ ہے انکے قصوں میں عبرت حاصل کرنا صاحبان علوم باطنی کے لیے اور جبکہ آنحضرت صلعم کے لیے وہ امور جو مقتضی صفت ربوبیت الٰہیہ کے تھے واقع بھی ہوگئے تو اس لیے الٓر یعنی انا اللہ ربکم کا آیت نبوت ہونا مع صنعت براعت الاستہلال کے حاصل ہو گیا خصوصاً جبکہ دیگر ادلہ مندرجہ سورۃ پر بھی نظر کیجاوے مثلاً دیکھو یہ آیت ذٰلک من انباء الغیب نوحیہ الیک وما کنت لدیھم اذ اجمعوا امرھم وھم یمکرون یعنی اے پیغمبر یہ غیب کی باتیں ہیں جن کو ہم وحی کے ذریعہ سے تمکو معلوم کراتے ہیں باوجودیکہ تم انکے پاس موجود نہیں تھے جبکہ یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنا ارادہ مصمم کر لیا تھا کہ یوسف کو کوئیں میں ڈالدیویں اور وہ اسکی ہلاکت کے لیے تدبیریں کر رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپکی نبوت پر ایک برہان قایم کی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت یعقوبؑ کو تو حضرت یوسفؑ کا کوئیں میں ڈالا جانا بھی معلوم نہ ہوا باوجودیکہ انکے شہر وطن کنعان کے قریب ہی وہ کنواں تھا پس دیگر حالات اور واقعات مندرجہ سورہ متعلق یوسفؑ کے اونکو کیا خبر ہو سکتی تھی لیکن آنحضرت صلعم کو بڑی تفصیل کے ساتھ بعد مدت ہائے دراز کے ان واقعات کی خبر پہنچ دیدی پس واسطے اثبات انکے دعوے نبوت کے یہی دلیل کافی ہے لہٰذا آپ کا نبی برحق و رحمۃ للعالمین ہونا ثابت ہوا جو مقتضی شان رب العالمین کا ہے وہو المدعا۔

۱۳ سورہ رعد الٓمٓرٰ سے شروع ہوئی ہے یعنی انا اللہ اعلم ربکم جو علت فاعلی ہے اور تلک ایات الکتاب بمنزلہ علت مادی کے ہے اور والذی انزل الیک من ربک الحق بمنزلہ علت صوری کے۔ اور یہاں پر علت غائی بہ تصریح تو مذکور نہیں مگر آیت ولکن اکثر الناس لا یؤمنون سے مفہوم ہوتی ہے یعنی جبکہ یہ کتاب حق ہے کہ دلایل عقلیہ و نقلیہ سے اسکا ثبوت کامل موجود ہے تو پھر علت فائی اس کی یہ ہے کہ ہر ایک ذی عقل کو اسپر ایمان لانا چاہیئے ولاکن اکثر لوگ جو مصداق ناس بمعنے ناسی مشتق نسیان سے ہیں اسپر ایمان نہیں لاتے اور چونکہ حرف را میں اشارہ اللہ تعالیٰ کی صفت الوہیت کی طرف ہے تو اسکی صفت ربوبیت جو آنحضرت صلعم کی طرف متوجہ ہے اسکا تقاضا یہ ہے کہ وقتاً فوقتاً انکو

غلبہ حاصل ہوتا ہے اور مخالفین کو بتدریج شکست ہوتی رہے حتیٰ کہ بالآخر مکہ معظمہ بھی فتح ہو جاوے اس لیے اللہ تعالیٰ اس سورہ میں فرماتا ہے ولا یزال الذین کفروا تصیبھم بما صنعوا قارعۃ او تحل قریبا من دارھم حتیٰ یاتی وعد اللہ ان اللہ لا یخلف المیعاد ۝ یعنی جن لوگوں نے کفر وانکار کیا اُنکو ہمیشہ اُنکی بدکرداریوں کی سزا میں کچھ نہ کچھ مصیبت پہنچتی رہے گی جو اُنکو کھڑکھڑاتی رہی اور نہیں تو اُنکے گھر کے قریب ہی وہ مصیبت نازل ہوتی رہیگی یہانتک کہ خدا کا آخری وعدہ یعنی فتح مکہ پورا ہو بے شک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا۔ دیکھو اس آیت میں کیسی زبردست پیشین گوئی ہے کہ کفار مکہ اپنے ظلموں کی سزا میں ہمیشہ مبتلا رہیں گے اور کوئی نہ کوئی مصیبت اُنپر واقع ہوتی رہے گی اگر یہ نہیں تو اُنکی بستی کے قریب ہی کوئی ایسا حادثہ اور قارعہ واقع ہوگا جو اُنکو بھی اُسکا صدمہ اور قرع بسبب قرب کے پہنچتا رہیگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ جو فتح مکہ کے لیے ہو چکا ہے وہ آموجود ہوگا اور اس وعدہ الٰہی میں کسی طرح کا خُلف نہیں ہو ویگا کیونکہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے یعنی انا اللہ اعلم اور اُسکی صفت ربوبیت آنحضرت صلعم اور آپکے متبعین کی طرف واسطے تربیت کے متوجہ ہے اور ایسا ہی واقع ہوا کیونکہ یہ امر بتواتر اخبار ثابت ہے کہ بالآخر مکہ معظمہ فتح ہو گیا اس لیے الٓمٓرٰ کا براعت الاستہلال ہونا مع نشان ہونے کے ثابت ہوا وھو المطلوب۔

سورہ ابراھیم بھی الٓرٰ سے شروع ہوئی ہے اور اول ہی آیت میں علل اربعہ کا بیان ہے مثل سابق کے غور کر کے معلوم کر لو اور مخالفین کے لیے یہ وعید فرمایا گیا ہے کہ ویل للکافرین من عذاب شدید اور افسوس ہے منکروں کے لیے عذاب سخت سے چنانچہ یہ ویل اور خرابی مخالفین پر دنیا ہی میں وارد ہو چکی۔ اور حضرت ابراہیم کی طرف سے اس سورہ میں یہ دعاء ذیل نقل فرمائی گئی ہے جو مستجاب ہو کر آنحضرت صلعم کی بعثت سے پورے طور پر واقع ہو گئی وھو ھذا ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون یعنی اے پروردگار ہمارے بسائی ہے میں نے بعض اولاد اپنی ایسے بیابان میں جہاں کھیتی نہیں ہوتی تیرے معزز گھر یعنی کعبہ کے پاس اے پروردگار ہمارے تاکہ یہاں یہ لوگ نمازیں پڑھیں پس تو ایسا کر کہ تمام لوگوں کے دل اُنکی طرف مائل ہو جاویں اور رزق دے اُنکو تمام پھلوں سے تاکہ وہ تیرا شکر کرتے رہیں۔ اس دعا کے مصداق آنحضرت صلعم کامل طور پر ہوئے آگے ان آیات کے مخالفین کو انذار کیا جاتا ہے کہ ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون یعنی اور یہ مت سمجھو کہ اللہ تعالیٰ مخالفین ظالموں کے اعمال سے غافل ہے پھر فرمایا کہ فلا

تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ ان اللہ عزیز ذو انتقام۔ پس مت سمجھو تم کہ
اللہ تعالیٰ نے جو وعدے اپنے رسولوں سے کیے ہیں اُنکے خلاف کریگا کیونکہ بے شک اللہ زبردست بدلا لینے
والا ہے۔ غرضکہ ربوبیت عامہ الٰہیہ کی جو آنحضرت صلعم کیطرف متوجہ تھی اُس نے وہ شان دکھلائی کہ
کسی پر پوشیدہ نہیں۔ لہٰذا الٓرٰ بمعنے انا اللہ ربکم میں صنعت براعت الاستہلال کی
مع آیت ہونے نبوت کے حاصل ہوگئی وہو المدعا۔
سورہ[۱۵] حجر یہ سورہ حجر بھی الرٰ یعنی انا اللہ ربکم سے شروع کیگئی ہے جو علت فاعلی ہے تلک
آیات الکتاب بمنزلہ علت مادی کے ہے اور قرآنٍ مبین بمنزلہ علت صوری کے ہے۔ اور
علت غائی یہاں پر بتصریح بیان نہیں فرمائی گئی لیکن عقل سلیم والا اس آیت سے سمجھ سکتا ہے ربما یود الذین
کفروا لوکانوا مسلمین یعنی کافرین و مخالفین ایک دن ارمان کرینگے کہ اے کاش ہم مسلمان ہوتے۔
اس آیت سے علت غائی بھی سمجھی جاتی ہے تقریر اُسکی یہ ہے کہ اس کتاب کے انزال سے مقصود یہ تھا کہ کفار
و مشرکین دین اسلام میں داخل ہو جاتے لیکن نہ داخل ہوئے پس ایک دن ایسا آنیوالا ہے کہ بڑی حسرت
اور افسوس سے منکرین کہیں گے کہ کاش ہم اس کتاب پر ایمان لاتے اور اسلام میں داخل ہو جاتے کیونکہ
یہی وہ کتاب موعود ہے جسکی صفت قرآن مبین ہے یعنی بیان کرنیوالی ہے تمام حقایق اور معارف الٰہیہ
کی۔ پس اس تقریر سے علت غائی مفہوم ہوگئی۔ اور پھر شان ربوبیت الٰہیہ اب صرف اس ہی کتاب کیطرف ایسی
متوجہ ہے کہ اُسکے لیے اس سورہ میں فرمایا گیا کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون اور یہ
وعدہ جو مقتضٰی ربوبیت کا ہے کیسا پورا ہوا کہ ابتدا سے اس آخری زمانہ تک ہر طرح سے محفوظ اور مصون ہے
اور اب وہ سامان اور اسباب حفاظت کے مہیا اور طیار ہوگئے ہیں کہ ہر ایک اہل بصیرت بطور قطع و جزم کے
کہہ سکتا ہے کہ تا قیام قیامت کتاب محفوظ رہے گی۔ پس بسبب پورا ہو جانے پیشین گوئیوں مندرجہ سورۃ کے
جس کی طرف الرٰ حروف مقطعات اشارہ کررہے ہیں۔ آپکی نبوت کی حقیقت واضح ہوگئی۔ لہٰذا الرٰ کا
براعت الاستہلال ہونا مع نشان نبوت کے واضح ہوگیا۔ فہو المدعا۔ اور ظاہر ہے کہ پہلی کتب سماویہ اس حفاظت سے محروم ہیں کما ثبت فی محلہ
سورہ[۱۹] مریم بعد بسم اللہ کے کھٰیٰعٓصٓ سے شروع کی گئی ہے اور بسم اللہ سے علت فاعلی کا
ثبوت ملتا ہے اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے انبیا و اولیا کا ذکر حسب ذیل کیا ہے۔ زکریا۔ ابراہیم
ادریس۔ اسمٰعیل۔ عیسیٰ۔ یحییٰ۔ مریم۔ موسیٰ۔ اسحٰق۔ یعقوب۔ آدم۔ نوح
اور فضائل انسانی جس کی طرف کھٰیٰعٓصٓ مشعر ہے یعنی کرامت اور ہدایت اور یقین کرنا اللہ تعالیٰ
کی ذات صفات اور افعال پر مع ہر سہ مرتبہ یعنی علم الیقین۔ عین الیقین اور حق الیقین کے اور عزت

اور صدیقیت خصال حمیدہ ان سب کو عطا فرمائی گئی ہیں اور پھر انکی نسبت ارشاد فرمایا ہے کہ اولئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین من ذریۃ اٰدم وممن حملنا مع نوح ومن ذریۃ ابراھیم واسرائیل وممن ھدینا واجتبینا اذا تتلیٰ علیہم اٰیات الرحمٰن خروا سجدا وبکیا (ترجمہ تفسیری) یہ وہ لوگ ہیں جنپر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام کرکے انکا اکرام کیا ہے آدم کی اولاد میں سے اور ان لوگوں کی نسل ہیں جنکو ہم نے ہدایت اور یقین دیکر کشتی میں نوح کے ساتھ سوار کر لیا تھا اور ابراہیم ویعقوب کی نسل سے کرکے دین و دنیا کی عزت دی تھی اور ان لوگوں میں سے ہیں جنکو ہم نے راہ راست دکھا کر صدیقیت کے مرتبہ پر منتخب فرمایا تھا اور انکا مرتبہ صدیقیت کا اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ جب انپر آیتیں خدائے رحمٰن کی تلاوت کیجاتی تھیں تو سجدہ میں گر پڑتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ چونکہ یہ فضائل اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت و رحیمیت و ربوبیت سے انسان کو مرحمت ہوتی ہیں اور اب آنحضرت صلعم اور آپکے متبعین مومنین کیطرف اس رحمٰن و رحیم کی رحمت اور ربوبیت بکمال درجہ متوجہ ہے لہٰذا فرمایا جاتا ہے کہ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمٰن ودا یعنی بے شک جو لوگ ایمان لائے آنحضرت صلعم اور قرآن پر اور عمل نیک کیے بموجب فرمان کتاب وسنت کے انکے لیئے خدائے رحمٰن دوستی پیدا کردیوےگا۔ مراد یہ ہے کہ وہ رحمٰن و رحیم انسے ایسی محبت کریگا کہ جملہ فضائل مذکورہ جن کی طرف کھیٰعص مشعر ہے یعنی کرامت ہدایت یقین کے تینوں مرتبہ مذکورہ عزت اور صدیقیت عطا فرما دیویگا اور انکے مخالفین کو ہلاک تباہ کر دیوےگا جیسا کہ فرمایا کہ وتنذر بہ قوما لدا یعنی تاکہ ڈرا دو تم اس قرآن کے ساتھ جھگڑالو اور اکھڑ قوم کو آخر سورۃ تک چنانچہ انپر عذاب دنیوی ایسا ہی کچھ واقع ہوا جو بتواتر منقول ہوتا چلا آتا ہے خواہ بذریعہ قرآن مجید کے اسکا تواتر ہو یا بذریعہ اخبار کے پس ثابت ہوا کہ حروف مقطعات کھیٰعص میں صنعت براعت الاستہلال کے بھی حاصل ہے اور آیت نبوت ہونا بھی اسکا واضح ہے وھو المطلوب۔

۱۵ سورہ طٰہٰ اس سورۃ میں بھی علت فاعلی کیطرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے اشارہ کیا گیا ہے اور لفظ القرآن سے علت مادی مفہوم ہوتی ہے اور الا تذکرۃ لمن یخشیٰ سے علت غائی معلوم ہوتی ہے اور تنزیلا ممن خلق الارض والسمٰوات العلیٰ سے علت صوری اور طٰہٰ سے مراد طاہر و ہادی ہے جو آنحضرت صلعم کے صفات میں سے ہیں اس سورۃ میں حضرت موسیٰ کا قصہ بہت تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے کیونکہ آنحضرت صلعم بموجب سفر استثنا باب ۱۸ کے مثیل موسیٰ کے ہیں اور قرآن مجید نے بھی سورہ مزمل میں اس مماثلت کی تصدیق فرمائی ہے جیسا کہ فرمایا انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا فعصیٰ فرعون الرسول فاخذناہ

اخذا وبیلا (ترجمہ تفسیری) یعنی اے منکرین تم جو مثل فرعون کے سرکشی کر رہے ہو اس لیے ہم نے تمھاری اس رسول کو تمھارے اوپر گواہ کر کے بھیجا ہے تاکہ تمپر اتمام حجت کر کے ہمارے مواخذہ کے لیے ایک گواہ ہو جاوے جیساکہ فرعون کیطرف موسیٰ کو رسول کر کے بھیجا تھا سو فرعون نے اُسکی نافرمانی کی تھی اسلیے موسیٰ بھی فرعون کی نافرمانی کا گواہ ہو گیا تھا تب ہم نے اُسکو ایک بڑے وبال میں دھر پکڑا۔ چنانچہ جن مکذبین نے آنحضرت صلعم کو طاہر اور ہادی نہ مانا وہ دین و دنیا میں مثل فرعون اور فرعونیوں کے ہلاک و تباہ کیے گئے جیساکہ ابوجہل کی نسبت یہ مقولہ مشہور ہے کہ مات فرعون هٰذه الامة پس آیت طٰه کا براعت الاستہلال ہونا مع نشان نبوت کے ثابت ہوا وهو المدعا۔

سورۃ الشعراء [۱۶] ۔ طٰسٓمٓ سے شروع ہوئی ہے جس میں اشارہ ہے طرف پیشین گوئی سینین موسیٰ کے یا یوں کہو کہ طور سینین کے موعود محمدؐ نبی کیطرف اشارہ ہے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ فصل ۱۸ سفر استثنا میں آنحضرت صلعم کی بشارت مفصلاً مذکور ہے جو طور سینین پر ہوئی تھی اور اُسی میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اُس نبی اسمٰعیلی کو نہ مانیگا وہ قوم میں سے ہلاک اور تباہ کر دیا جاویگا اور جملہ انبیائے بنی اسرائیل کے اور نیز اُنکے علما اور نیز حواریین حضرت عیسیٰ کے بھی اس نبی موعود کے منتظر رہے ہیں اور جو اہل کتاب یا اہالی مکہ وغیرہ کے آنحضرت صلعم کی تکذیب کے درپے ہوئے وہ ہلاک اور تباہ ہو گئے۔ چنانچہ اس سورۃ میں اُنکی ہلاکت کا ذکر بھی فرمایا گیا ہے لہٰذا اس سورۃ میں اُسی پیشین گوئی کو یاد دلایا گیا ہے جو طور سینا پر حضرت موسیٰ نے بوحی الٰہی بیان فرمائی تھی کما قال اللہ تعالیٰ وانه لفی زبر الاولین ۱ولم یکن لهم اٰیة ان یعلمه علمٰؤا بنی اسرائیل ولو نزلناه علٰی بعض الاعجمین فقرأه علیهم ما كانوا به مؤمنین کذٰلک سلکناه فی قلوب المجرمین لا یؤمنون به حتّٰی یروا العذاب الالیم فیأتیهم بغتة وهم لا یشعرون یعنی بیشک اس قرآن و رسول کی پیشین گوئی اگلے پیغمبروں کی کتابوں میں موجود ہے اسپر علاوہ یہ کیا لوگوں کے لیے اُسکی صداقت کا یہ نشان نہیں کہ بنی اسرائیل کے تمام علما اس پیشین گوئی کو جانتے ہیں اور اگر ہم اس قرآن کو بزبان عجمی عجمیوں پر اُتارتے اور وہ بزبان عربی اُسکو اُنپر پڑھتا تب بھی یہ لوگ اُسپر ایمان نہ لاتے اسی طرح پر تکذیب و انکار کو ہم نے مکذبین مجرمین کے دلوں میں داخل کر دیا ہے وہ ایمان نہیں لاویں گے جبتک عذاب دردناک کو نہ دیکھ لیویں اور دفعۃً اُنپر عذاب آجاوے اور اُنکو کچھ خبر نہ ہو۔ اس آیت میں اور اس کے اوپر کی آیات میں بھی آنحضرت صلعم کی حقیت نبوت پر چند دلایل قایم کیے گئے ہیں اوّل یہ کہ یہ قرآن بلسان عربی مبین ہے یعنی تھوڑے اور مختصر الفاظ میں تمام مقاصد دینیہ کو بیان کرنیوالا ہے اور وہ بھی کمال وضاحت کے ساتھ۔ دوم جو شخص اُسکے اس اعجاز بلاغت کو جو بسبب اُسکے زبان عربی مبین میں ہونیکے ہے نہ سمجھ سکے۔ اُس کے لیے یہ دلیل پیش کی کہ جسقدر کتابیں پہلے انبیا کی ہیں اُن سب میں اس قرآن اور رسول عربی کی پیشین گوئی موجود ہے اور

وقوع پیشین گوئی کا کسی کے حق میں جو ہزاروں برس کی ہو ایک بڑا ثبوت کامل ہے اُسکے منجانب اللہ ہونیکا کیونکہ ایسی پیشین گوئی کا علم بجز اُس علام الغیوب کے طاقت بشری سے باہر ہے۔ سوم اگر کوئی شخص ایسا غبی ہو کہ نہ اعجاز بلاغت قرآن مجید کو سمجھ سکے اور نہ اُسکو کتب سابقہ کی اطلاع ہو تو اُس کے لیے اُسکے صدق کی کیا یہ دلیل نہیں ہے کہ علماء بنی اسرائیل مثل عبداللہ بن سلام اور اُنکا گروہ اور اکثر رہبان و احبار یہود و نصاریٰ کے اُن بشارات کو جانتے ہیں اور ایمان بھی لے آئے ہیں اور بعض معاندین کی تکذیب اُس کے صدق کے لیے کچھ مضر نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ تکذیب بسبب تعصب اور عناد مذہبی کے ہے کیونکہ مکذبین کا عناد اسقدر بڑھا ہوا ہے کہ اگر یہ قرآن عجمی زبان میں اُترتا اور وہ عجمی بغیر تعلیم عربی زبان کے اُسکو عربی میں بیان کرتا تب بھی یہ معاند ایمان نہ لاتے اگرچہ اُنکے دلوں میں اُسکا صدق بہت جنہوں سے ہوتا۔ پس اسلیے ایسے معاندین بغیر عذاب دیکھے ایمان نہیں لائینگے۔ چنانچہ وہ عذاب بغتۃً بصورت فتح بدر یا فتح مکہ وغیرہ کے آموجود ہوا اور پیشین گوئی مندرجہ تورات وغیرہ اور نیز مندرجہ قرآن مجید پوری ہوگئی۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ طسٓمٓ میں صنعت براعت الاستہلال کی بھی ہے اور نشان نبوت کا بھی موجود ہے۔ وہو المدعا۔

سورہ نمل۔ طسٓ سے شروع کی گئی ہے۔ اس سورۃ میں علاوہ قصہ حضرت موسیٰ کے جنکے مثیل آنحضرت صلعم ہیں حضرت سلیمانؑ کا قصہ بھی مفصلاً بیان فرمایا گیا ہے جس میں اشارہ اس طرف ہے کہ طور کے موعود نبی کو خلافت اُن ملکوں کی بھی عطا ہوگی جو حضرت سلیمانؑ کے قبضہ میں تھے پس حرف طا سے اشارہ طور کیطرف ہوا اور س سے اشارہ حضرت سلیمانؑ کی طرف ہوا۔ اور بیان کرنے قصہ سلیمانؑ سے مقصود دفع کرنا اُس استبعاد کا ہے جو مخالفین بسبب ظاہری فقر و افلاس آنحضرت صلعم کے فتوحات اسلامیہ کو بہت بعید اور مستبعد سمجھتے تھے اور نیز وہ مخالفین اپنی ناکامیوں اور نامرادیوں کو بسبب کثرت اپنی دولت اور قوت و شوکت کے قریب محال کے جانتے تھے کما قال اللہ تعالیٰ ویقولون متیٰ ھٰذا الوعد ان کنتم صادقین قل عسیٰ ان یکون ردف لکم بعض الذی تستعجلون (ترجمہ تفسیری) اور مخالفین کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو تو بتاؤ؟ اے پیغمبر تم اُنکو جواب دیدو کہ وہ عذاب تمہارے قریب آلگا ہو جسکے لیے تم جلدی مچا رہے ہو۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی آنحضرت صلعم کی حیات میں پوری ہوئی اور آپکے جانشینوں کے قبضہ میں بعہد خلافت نبوت کے وہ ملک جو حضرت سلیمان کے قبضہ میں تھے مع بیت المقدس کے آگئے اس لیے طسٓ میں طور کی پیشین گوئی بھی پوری ہوئی جسکا اعلام و الہام حضرت موسیٰ کو کیا گیا تھا اور نیز حسب الحکم آیت ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون کے خلفا کے عہد میں تمام ممالک بیت المقدس تک فتح ہوگئی جس بیت المقدس کو سلیمانؑ نے تعمیر کیا تھا اس لیے طسٓ میں

صنعت براعت الاستہلال کی بھی حاصل ہوئی اور آیت نبوت بھی ہوگئی و ہو المدعا۔

سورہ قصص ۱۸ - طسٓمّٓ سے شروع ہوتی ہے اس سورۃ میں حضرت موسیٰ کے واقعات من ابتدائے ولادت تا غرق فرعون بیان فرمائے گئے ہیں اور آنحضرت صلعم کی کامیابی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور مکذبین کو فتوحات اسلامیہ سے انذار کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ سفر استثنا باب ۱۸ میں ثابت ہو چکا ہے کہ آپ مثیل موسیٰ ہیں تو بالضرور مثال موسیٰ کے کامیاب بھی ہونگے اور مخالفین آپکے بالضرور ہلاک تباہ ہو جاوینگے چنانچہ ایسا ہی کچھ واقع ہوا لہٰذا یہ سورۃ بھی طسٓمّٓ سے شروع کیگئی یعنی طور سینا کے موعود نبی محمد صلعم جنکی پیشگوئی موسیٰ نے کی اور اس پیشین گوئی کا انتظار خود حضرت عیسیٰ کو مع انکے حواریونکے رہا تھا دیکھو یوحنا ۱۶ باب ۱۲۔ ولنعم ماقیل سہ مسیح از مقدم او مژدہ گوئے ؛ کلیم از مشعل او شعلہ جوئے۔

چنانچہ اس سورہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وماکنت ثاویا فی اهل مدین تتلوا علیهم ایاتنا ولکنا کنا مرسلین وماکنت بجانب الطور اذ نادینا ولکن رحمة من ربك لتنذر قوما ما اتاهم من نذیر من قبلك لعلهم یتذکرون (ترجمہ تفسیری) اور تم مدین کے لوگوں میں رہنے والے نہیں تھے کہ تم نے انپر ہماری آیتیں پڑھی ہوں ولاکن ہم تمکو اپنا رسول کرکے بھیجنے والے ہیں اور نہ تم طور کی کسی طرف موجود تھے کہ تم نے واقعات وحی موسیٰ کے بچشم خود دیکھی ہوں بلکہ یہ تمام حالات تمکو وحی کے ذریعہ سے بتائے گئے ہیں اور یہ رسالت تمہارے لیے تمہارے رب کی طرف سے بڑی رحمت ہے تاکہ ڈراؤ تم اس قوم کو جنکے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانیوالا نہیں آیا اور تاکہ تمہارے ڈرانیسے یہ لوگ نصیحت پکڑیں۔ اس آیت میں آنحضرت صلعم کی رسالت کی صداقت پر اسطرح پر استدلال فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم نہ تو مدین وغیرہ کے لوگوں میں بود و باش رکھتے تھے جنسے حضرت موسیٰ کے حالات ابتدائی اور واقعات انتہائی کے آپ پڑھ لیتے اور نہ اُن پیشین گوئیوں تورات کی آپ کو خبر تھی جو آپکے دعوائے نبوت کی تصدیق کر رہی ہیں اور اُمّی ہونا آپ کا تو قطعی طور پر پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں۔ پس بجز اس کے اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے ہی رحمت کرکے آپ کو بھیجا ہے پس آپکا نبی موعود بنی اسمٰعیل سے ہونا ثابت ہوا جو برادران بنی اسرائیل کے ہیں اسلیے طسٓمّٓ کا براعت الاستہلال ہونا مع نشان نبوت کے بھی ثابت ہوا۔ و ہو المطلوب۔

سورہ یٰسٓ ۱۹ - اس سورہ میں حرف یا خطاب کا ہے اور حرف س سے سید الانبیاء کیطرف اشارہ ہے اور اس دعوے پر یہ دلیل دیگئی ہے کہ والقرآن الحکیم یعنی قسم ہے قرآن مجید کی جس میں سراپا حکمت اور دانائی کی باتیں ہیں چونکہ پہلی کتب انبیا میں یہ اعجاز فصاحت و بلاغت کا نہیں ہے جو قرآن مجید میں ہے یعنی انمیں نہ تمام انسانی قویٰ کی رعایت کرکے ایسے احکام صادر ہوئے ہیں جو قیامت تک کیا باعتبار زمانہ کے اور کیا بلحاظ جملہ ممالک دنیا کے اور کیا بلحاظ مکانوں کے متعلقہ جملہ مختلف استعداد انسانوں کے لیے حسب مقتضیٰ حکمت کے ہوں مگر یہ قرآن مجید ایسا حکیم ہے کہ یہ جملہ امور دینی و دنیوی مختصر الفاظ میں مع تمام معارف اور حقایق دینیہ کے مشتمل ہے اس لیے بصفت حکیم متصف کیا گیا ہے اور آنحضرت صلعم

نے ایسے برکات قرآن حکیم کی وجہ سے تمام کمالات انسانیہ کے مراتب عالیہ پر اور فضایل بشریہ کے مدارج پر نہایت سرعت کے ساتھ ترقی فرمائی ہے کیونکہ جملہ مراتب قرب الٰہیہ کے لیے یہی قرآن مجید صراط مستقیم ہے اور ظاہر ہے کہ خط مستقیم ہی بہ نسبت باقی خطوط کے اقصر الخطوط ہوا کرتا ہی پس اس لیے آنحضرت صلعم سید الانبیا ہوئے۔ اب اس شبہ کو دفع کیا جاتا ہو کہ یہ ترقی درجات کی سیادت کے مراتب پر شاید کبھی نہو بلکہ کبھی ہو تو ارشاد ہوتا ہے کہ کبھی کیونکر ہو سکتی ہے بلکہ ابھی ہی ہے انک لمن المرسلین کیونکہ اتنی سے بسرعت تمام ایسی ترقیات غیر متناہی کا حاصل کرنا دشوار کیا بلکہ محال تھا اور جن لوگوں کو یہ سیادت آپکی نظر نہیں آتی اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اُنکے آگے اور پیچھے اوہام باطلہ اور خیالات فاسدہ کی دیواریں کھڑی ہیں اور اوپر سے عناد اور تعصب کی چھت سے پاٹکر ڈھانک دیئے گئے ہیں جیسا کہ آگے کی آیات میں مذکور ہے اس لیے ایسے لوگ آپکی صراط مستقیم اور درجہ سیادت کو نہیں دیکھ سکتے آگے اس سورۃ میں اسی مقصود کے اثبات کے لیے امثال و نشانات و شواہد اور قصص عبرت انگیز اور منکرین کے اعتراضوں کے جواب ارشاد فرمائے گئے ہیں اور اُنکو دنیا اور نیز آخرت کے عذابوں سے انذار فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ مکذبین آپکے دنیا کے عذابوں میں تو مبتلا ہو چکے پس عذاب دنیوی آخرت کے عذابوں کے وقوع کے لیے بڑا ثبوت کامل ہے اور مومنین مخلصین جنہوں نے آنحضرت صلعم کی نبوت عامہ کو مع ایمان درجہ سیادت کے مان لیا وہ بھی کامیاب اور بامراد ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں اور ہو وینگے۔ پس اسلیے یٰسٓ میں صنعت براعت الاستہلال کی بھی حاصل ہو گئی اور آیت نبوت بھی ہو گئی۔ وہو المدعا۔ اور آپ کی سیادت کے فضائل میں جو احادیث صحاح وارد ہیں جیسا کہ انا سید ولد آدم وغیرہ (رواہ مسلم وغیرہ وغیرہ من کتب الاحادیث) اُنکا ذکر ہم یہاں پر اس لیے نہیں کرتے کہ شاید سامعین کو طوالت سے ملالت ہو جاوے اور نیز ہمکو یہاں پر مقطعات سے براعت الاستہلال ہونیکا ثبوت قرآن مجید سے دینا ہے نہ احادیث سے اور یٰسٓ میں براعت کا ثبوت مع آیت ہونیکے نبوت کے لیے اس بیان سے بخوبی ثابت ہو گیا وبس وہو المطلوب۔

سورہ صٓ ۲ والقرآن ذی الذکر۔ کفار کا مقولہ یہ تھا کہ آنحضرت صلعم نعوذ باللہ کذاب ہیں لہٰذا اس سورۃ میں آپ کا نبی صادق ہونا دلایل سے بیان فرمایا گیا ہی اسلیے صٓ والقرآن ذی الذکر اشارہ ہے آپکے نبی صادق ہونیکی طرف اور واسطے واقع ہونے فتوحات اسلامیہ کے اس سورہ میں قصہ حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ وغیرہم کا بھی بطور نظیر اور شہادت کے ذکر فرمایا گیا ہے اور جو مخالفین تکذیب کے درپے ہیں اُنکو عذاب کے لیے انذار بھی فرمایا گیا ہے کما قال اللہ تعالیٰ جند ما ھنالک مھزوم من الاحزاب یعنی یہ ایک لشکر ہے شکست کھایا ہوا جو تمھاری مخالفت پر آمادہ ہو رہا ہے منجملہ اور مخالفان خدا کے۔ پس جیسے اوروں کو شکست واقع ہوئی ہے ویسی ہی انکو بھی شکست ہو وےگی اسی مدعا کے اثبات کے لیے

بطور شواہد کے چند اور قصص انبیاء علیہم السلام کے بھی بیان فرمائے گئے ہیں اور آخر سورۃ کو انذاری پیشگوئی فرما کر ختم کر دیا گیا ہے کہ ان ھو الا ذکر للعٰلمین و لتعلمن نبأہ بعد حین یعنی قرآن کچھ اور چیز نہیں ہے مگر تمام دنیا جہان کے لوگوں کے لیے ایک بڑا نصیحت نامہ ہے اور اُن کیلیے موجب شرف کا ہے جسکی حقیقت کچھ دنوں کے بعد تم معلوم کر لوگے۔ اب کس کو نہیں معلوم کہ ابتدا میں اسلام کیا تھا اور اہل اسلام کیا تھے اور پھر آنحضرت صلعم کی آخری حیات میں اور بعد خلافت نبوت کیا ہو گئے اور اسلام کیا ہو گیا اور اب اس آخری زمانہ میں اسلام بذریعہ مسیح موعودؑ کہاں سے کہاں تک پہنچ گیا اس لیے حرف صٓ اور والقراٰن ذی الذکر سے جو اشارہ آپکے صادق اور مرفوع الذکر ہونے پر کیا گیا تھا وہ کس زور و شور سے صادق و مصدوق ہو گیا پس حرف صٓ کا مع والقراٰن ذی الذکر کے باوجود موجود ہونے صنعت براعت الاستہلال کے آیت نبوت کا ہونا بھی ثابت ہو گیا وہو المطلوب اور مکذبین کا مقولہ کہ و قال الکافرون ھٰذا ساحر کذاب کیسا باطل اور سراسر کذب نکلا صدق اللہ تعالیٰ صٓ والقراٰن ذی الذکر۔ یعنی تم صادق نبی ہو قسم ہے قرآن صاحب شرف کی۔ ذکر کے معنے شرف کے بھی آتے ہیں۔

سورۃ مومن۔ یہ سورہ حٰمٓ سے شروع کی گئی ہے کیونکہ اکثر آیات میں اس سورۃ کی یہود کا رد موجود ہے اس لیے الواح موسیٰ کیطرف اس میں اشارہ کیا گیا ہے جو مسلمات یہود سے ہے اور قرآن مجید میں اکثر تورات اصلی کو الواح موسیٰ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے کما قال اللہ تعالیٰ و کتبنا لہ فی الالواح من کل شیئٍ موعظۃ و تفصیلا لکل شیئٍ اور ہم نے موسیٰ کے لیے ہر ایک شے سے جو متعلق آنحضرت صلعم کے ہے، مثلاً نصیحت لکھدی تھی اور ہر ایک شے کی اس میں تفصیل تھی یعنی الواح موسیٰ میں آنحضرت صلعم کی تمام بشارات موجود تھیں۔ ایضاً قال تعالیٰ و القی الالواح و اخذ براس اخیہ یجرہ الیہ یعنی اور موسیٰ نے تختیوں کو ڈال دیا اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔ ایضاً قال تعالیٰ و لما سکت عن موسیٰ الغضب اخذ الالواح اور جب موسیٰ سے غصہ فرو ہو گیا تو تورات کی تختیوں کو اُٹھا لیا الغرض چونکہ تورات تختیوں پر لکھی ہوئی تھی اس لیے قرآن مجید نے اُسکو الالواح سے تعبیر فرمایا ہے۔ پس اس لیے یہاں پر حا سے مراد الواح اور میم سے مراد موسیٰ ہیں۔ چونکہ آنحضرت صلعم کی بشارات و دلائل نبوت الواح موسیٰ میں بکثرت موجود تھیں اور اب تک موجود ہیں باوجودیکہ یہ تورات اصلی الواح نہیں لہٰذا بخطاب یہود اُنکی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کما قال اللہ تعالیٰ و قال رجل مؤمن من اٰل فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ و قد جاءکم بالبینات من ربکم و ان یک کاذبا فعلیہ کذبہ و ان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم ان اللہ

لا یھدی من ھو مسرف کذاب یعنی اور ایک شخص نے فرعون کے لوگوں میں سے جو اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتا تھا کہا کہ کیا تم ایسے مرد کو قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ صرف خدا ہی کو اپنا رب بتلاتا ہے حالانکہ وہ لایا ہے تمھارے پاس کھلے نشانات تمھارے رب کی طرف سے اگر بالفرض باوجود ان بینات کے جھوٹا بھی ہو تو جھوٹ کا وبال اسی پر پڑیگا۔ اور اگر سچا ہے تو جس عذاب کا تمکو وہ وعدہ کرتا ہے کوئی نہ کوئی عذاب تمپر آرہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنیوالے جھوٹے کو کامیابی کی راہ ہدایت نہیں کیا کرتا ہے۔ اس آیت میں وہ استدلال نقل فرمایا گیا ہے جو ایک فرعون کے معزز ملازم نے فرعون سے بطور معارضہ کے حضرت موسیٰ کے صدق نبوت پر استدلال کیا تھا جبکہ فرعون نے حضرت موسیٰ کے قتل کرنیکا عزم بالجزم کر لیا تھا اور یہ قصہ اُسکا اس سے پہلی آیت میں مذکور ہے تقریر اس معارضہ کی یہ ہے کہ موسیٰؑ کے دو دعوے یا دو قول ہیں اول تو وہ ہر بات پر کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہی ہے دوسرا قول اُسکا دعویٰ رسالت کا ہے۔ اور فرعون بھی دعویٰ ربوبیت کا اپنے لیے کرتا ہے پہلا قول موسیٰؑ کا عقل سلیم کے نزدیک بہت صحیح معلوم ہوتا ہے اور فرعون کا دعویٰ غیر صحیح ہے کیونکہ انسان جو خود ہزاروں ضرورتوں کا محتاج ہے اُس کے لیے ربوبیت عامہ کی صفت کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔ پس اس قول پر تو موسیٰ کا قتل کرنا ہرگز نہیں چاہیئے اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ۔ اور دوسرے دعوئے رسالت پر اُس سے معجزات بینات ظاہر ہوتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معجزات اُس کے رب کی طرف سے صادر ہوئے ہیں کیونکہ اگر وہ معجزات طاقت انسانی میں ہوتے تو فرعون بھی اُسکا معارضہ بالفرد کر سکتا مگر وہ فرعون اُن معجزات میں سے کسی ایک کا بھی معارضہ بطور غلبہ کے نہیں کر سکا پس ظاہر ہے کہ موسیٰ کے رب نے اُن معجزات کے ذریعہ اُس کی تصدیق کردی ہے اگر باوجود اس تصدیق کے بفرض محال اس دعویٰ میں وہ جھوٹا بھی ہو تو اُس کے ماننے میں ہمارا تمھارا کوئی حرج نہیں کیونکہ تم اپنے رب کے روبرو یہ عذر کر سکتے ہو کہ اے پروردگار تُو نے اُسکے ہاتھ پر معجزات ظاہر فرما کر اُس کی تصدیق کردی تھی وقد جاءکم بالبینات من ربکم۔ اور اگر وہ اس دعوئے رسالت میں سچا ہے کیونکہ معجزات اُسکی تصدیق کر رہے ہیں تو پھر جن عذابوں کی تمھارے لیے وہ پیشین گوئی کرتا ہے تو اگر وہ سب نہیں تو بعض عذاب تو تمکو ضرور پہنچ ہی رہیں گے کیونکہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ درصورت صدق دعوئے رسالت کے کوئی عذاب اُن عذابوں میں سے نہ پہنچے جن سے وہ انذار کرتا ہے کیونکہ پھر تو رسالت ہی لغو اور بیفایدہ ہو جاویگی لہذا خلاف پھر ایسے رجل عظیم الشان کا قتل کرنا کسی صورت میں ہرگز نہیں چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس استدلال کو بمقابلہ یہود اور ان لوگوں کی نقل فرمایا ہے جو آنحضرت صلعم کے قتل کا ارادہ کر رہے تھے اُنکو یہ استدلال مومن آل فرعون کا یاد دلایا ہے تاکہ اس استدلال سے جو اُنکی کتابوں میں مختصراً مذکور ہے (جیساکہ فصل ۱۰ و ۱۱ میں ہفتم خروج میں اجمالاً مع بینات موسوی کے مذکور ہوا ہے)

آنحضرت صلعم کے دعویٰ رسالت کو تسلیم کرلیویں اور آنحضرت صلعم کو خوشخبری نصرت کی بھی بیان فرمائی ہے کیونکہ سچے نبی کی یہی نصرت الٰہی بڑی نشانی ہے کما قال اللہ تعالیٰ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا یعنی ہم اپنے رسولوں کی اور جو اُنپر ایمان لائے دنیا میں بھی مدد کرتے رہتے ہیں اور مکذبین کے لیے یہ انذار فرمایا گیا کہ الذین کذبوا بالکتاب وبما ارسلنا بہ رسلنا فسوف یعلمون ۵ یعنی جن لوگوں نے جھٹلایا کتاب اللہ کو اور اُن بشارتوں نبی عربی کی تکذیب کی جنکو ہم نے اپنے پیغمبر ونکی معرفت بھیجا ہے سو بالآخر اس تکذیب کا نتیجہ وہ جان لیویں گے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ الواح موسیٰ میں جو جو بشارتیں نبی آخر الزمان کی مذکور تھیں یا آپ کی نبوت پر استدلال جو الواح موسیٰ سے مستنبط ہوتا تھا اس سورۃ میں وہ اکثر یاد دلائی گئی ہیں اور مکذبین کو تکذیب کے نتایج سے آگاہ کیا گیا ہے اور یہ جملہ انذار و بشارات مذکور کامل طور پر وقوع میں آچکے۔ اس لیے حٰم میں صنعت براعت الاستہلال کی بھی حاصل ہوگئی اور نشان نبوت بھی جو آیت کے معنے ہیں حاصل ہوا۔ وہو المطلوب ہم نے اس آیت کی تفسیر مفصل نجم الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳ میں بھی کی ہے فلیرجع الیہ۔

سورۃ السجدہ ۲۲۔ یہ سورہ بھی حٰم سے شروع کی گئی ہے اس سورہ میں بھی اشارہ الواح موسیٰ کی طرف اوّل ہی سے کیا گیا ہے کیونکہ فصل ۱۸ سفر استثنا میں جو لکھا ہوا ہے القندکلاھی تھا اس سے ظاہر ہے کہ تلقین کسی کلام کے دفعۃً نہیں ہوسکتی بلکہ پارہ پارہ کلام یعنی آیت آیت سے متفرق طور پر ہوسکتی ہے اسی نکتہ کیطرف اس آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ کتاب فصلت اٰیاتہ یعنی یہ کتاب ہے کہ آیات اُس کی جدا جدا مفصل بیان کیگئی ہیں۔ پھر اُسی میں لکھا ہے کہ قوم بنی اسرائیل کے بھائیوں میں یعنی جو بنی اسمٰعیل ہیں وہ نبی موعود مبعوث ہوگا اور ظاہر ہے کہ بنی اسمٰعیل کی زبان عربی ہے تو اُس کتاب کا عربی میں ہونا بھی ضروری ہوا تاکہ اُس کتاب کے سمجھنے میں قوم عرب کو کوئی دقت واقع نہ ہووے اس لیے فرمایا گیا قراٰنا عربیا چونکہ اُسی کتاب مذکورہ میں یہ بھی لکھا تھا کہ اُس نبی موعود کے مخالفین ہلاک و مستاصل ہوں گے اس لیے فرمایا گیا بشیرًا ونذیرًا چنانچہ اُس نبی موعود کے زمانہ بعثت میں وہ وعدہ و بشارت مومنین کے حق میں اور وعید و انذار مخالفین کے حق میں پورے طور پر واقع ہوگیا۔ علاوہ اسپر فصل ۲۱ یشعیا میں لکھا ہے کہ نبوت عرب اور بنی قیدار میں ہوگی۔ اسی طرح پر اس سورۃ میں اکثر جگہ پر الواح موسیٰ کیطرف بھی اشارات ظاہرہ کیے گئے ہیں اس لیے حا سے مراد الواح اور میم سے موسیٰ مراد ہیں پس اس بیان سے حٰم کا صنعت براعت الاستہلال کا ہونا مع نشان نبوت کے واضح ہوگیا وہو المطلوب۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اکثر آیات اس سورۃ میں الواح موسیٰ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے مثلاً آیت ان الذین

کفروا بالذکر لما جاءھم وانه لکتاب عزیز لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا
من خلفه تنزیل من حکیم حمید ہ بہ تحقیق جن لوگوں نے کفر کیا ساتھ اس قرآن کے جو یاد دلانیوالا
ہے جبکہ وہ آگیا اُنکے پاس اور بے شک وہ بڑی عزت والی کتاب ہے نہیں آسکتا ہے باطل اُسکے آگے سے
اور نہ اس کے پیچھے سے اُتاری ہوئی ہے یہ کتاب حکمت والے سراہے گئے کی طرف سے۔ لفظ ذکر کا اگرچہ مصدر
ہے مگر اس سے مبالغۃً مذکِّر مراد ہے یعنی یاد دلانیوالی اُن پیشین گوئیوں کو جو الواح موسیٰ میں لکھی ہوئی
ہیں۔ عزت والی اسوجہ سے کہ باوجود امتداد زمانہائے دراز کے اور ہوجانے تراجم مختلفہ نیز کتاب تورات
کے اور وقوع حوادث شدیدہ کے یہ پیشین گوئیاں الواح موسیٰ یعنی تورات موجودہ میں ابتک موجود
ہیں اگر اُس عزیز و غالب کی طرف سے نہ ہوتیں تو باوجود حوادث مذکورہ کے وہ پیشین گوئیاں کیونکر قایم رہ
سکتیں۔ اور اُس میں یہ بھی لکھا تھا کہ جھوٹا نبی ہلاک کیا جاویگا خواہ اُسکے روبرو ہو یا اُس کے پیچھے یہی
صفت اس کتاب میں موجود ہے لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه دیکھو
مسیلمہ کذاب وغیرہ متنبی کیسے ہلاک ہوئے پھر دیکھو اس سورۃ میں کیا کیا عجایب غرایب امور حکمت الٰہی
اور حمد الٰہی کے مختصر الفاظ میں پائے جاتے ہیں پس ثابت ہوا کہ تنزیل من حکیم حمید ہی ہے لاغیر
بہرحال حٰمٓ یعنی یہ سورۃ الواح موسیٰ کو یاد دلانے والی ہے پس اسلیے حٰمٓ میں براعت الاستہلال
مع نشان نبوت کے حاصل ہوگئی۔

سورۃ ۴۲ شوریٰ۔ حٰمٓ ہ عٓسٓقٓ عین عظمت یا عزت سے لیا گیا س سُور سے ماخوذ ہے ق
قرآن کی طرف اشارہ ہے یعنی عزت اور عظمت سُور قرآن کی الواح موسیٰ میں مذکور ہے واضح ہو کہ فصل
۳۳ سفر استثنا میں آنحضرت صلعم کو خداوند کر کے لکھا ہے جہاں پر فاران کو آپکا مستقر قرار دیا گیا ہے
بعض یہود نے آپ کو اس پیشین گوئی کا مصداق اس لیے قرار نہ دیا کہ وہ کم فہمی سے اسکا مطلب یہ
سمجھے کہ خود خدا ہی آویگا اُن کو یہ بڑا دھوکہ ہوا کہ حضور صلعم تو بشر ہیں اور فصل ۳۳ میں خدا کا آنا لکھا ہے
فاین المصداق۔ حالانکہ یہ بھی اُنکو معلوم تھا کہ کسی رسول یا نبی کو یہ امر ہرگز ہرگز نہیں پہنچتا کہ اپنے تئیں خدا
کہے۔ پس مراد الٰہی اس پیشین گوئی سے صرف یہی تھی کہ اُسپر کلام الٰہی کی تجلی ہو دیگی جو بصورت سُور قرآنی
سکے اُسپر وہ تجلی الٰہی نازل ہو دیگی۔ اور آنحضرت صلعم اُن صفات الٰہیہ کے لیے تجلی گاہ ہو ویں گے جو اس سورۃ
میں مذکور ہیں جیسا کہ عزیز حفیظ علی قدیر عظیم ولی نصیر قوی وغیرہ وغیرہ یعنی
آپ مع آپکی کتاب کے عزت علو عظمت وغیرہ میں جملہ انبیاء سے زیادہ تر اور بڑھکر ہو ویں گے یا مثلاً سمیع
بصیر علیم خبیر لطیف وغیرہ وغیرہ صفات الٰہیہ جو اس سورۃ میں مذکور ہیں وہ سب آپکی طرف متوجہ ہونگے

اس لیے کوئی حرکت اور سکون آپ کے مخالفین کا ایسا نہیں ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے علم سے پوشیدہ رہ سکے اور اُس کی سزا واقع نہ ہو یا مومنین مخلصین کے اعمال صالحہ اور نیات صحیحہ میں سے کوئی عمل صالح اور نیت اور خلق نیک مخفی نہیں رہیگا جسکا اجر اُنکو نہ دیا جاویگا یا مثلاً صفات رب غفور رحمٰن رحیم شکور حمید وغیرہ وغیرہ جو اس سورۃ کے اندر مذکور رہیں وہ سب آپکی طرف اور نیز آپ کے متبعین کیطرف متوجہ ہو ویں گی کہ جو بشریت کی کمزوریاں ہیں وہ سب حسب مقتضیٰ ان صفات کے معفو یا مغفور ہو جاوینگی اور آپکے مساعی اور کوششیں مقبول درگاہ الٰہی ہو کر منتج نتائج عمدہ کے لیے ہووینگی جس سے ہمیشہ انوار عزت وعظمت آپکے اور سُورِ قرآنیہ کی فاران سے چمک کر قیامت تک تمام دنیا میں روشن وتاباں رہیں گی اور اُن لوگوں کو جو مومنین مخلصین ہیں مدام روشن وتاباں کرتے رہیں گے اور یہی مراد الٰہی تھی نزول خداوند تعالیٰ سے فاران میں اس سے زیادہ عظمت وعزت آپکی اور سور قرآنیہ کی اور کیا ہوتی۔ لہٰذا اس غلطی مذکورہ میں یہود وغیرہ پڑ کر ہلاک اور تباہ ہو گئے۔ پس جبکہ حٰمٓ عٓسٓقٓ دونوں مقطعات اُن مقاصد کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ جو اس سورہ شوریٰ کے اہم المقاصد سے ہیں لہٰذا ہر ایک کلمہ یعنی حٰمٓ اور نیز عٓسٓقٓ جدا جدا نشان نبوت کا ہو گئے مع حصول صنعت براعت الاستہلال کے۔ وہو المطلوب۔

سورہ زخرف [۲۴] - یہ سورہ بھی حٰمٓ سے شروع ہوئی ہے اس سورۃ میں حا حوارین سے لی گئی ہے اور میم مسیح سے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حوارین مسیح نے دوسرے مسیح کے آنیکی پیشین گوئی بعد آنحضرت صلعم کے دولت اسلامی میں آخر زمانہ کے لیے کی ہے جیساکہ دلیل نمبر اول میں مبرہن بہ تفصیل گذر چکا (فلیرجع الی ریویو جلدہ نمبر ۱۱-) اس سورۃ میں بھی مثیل ابن مریم کا آنا آخری زمانہ میں اشراط قیامت سے گردانا گیا ہے چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان هو الا عبد انعمنا عليه وجعلناه مثلاً لبني اسرائيل ولو نشاء لجعلنا منكم ملائكة في الارض يخلفون ۝ وانه لعلم للساعة فلا تمترن بها واتبعون هذا صراط مستقيم ولا يصدنكم الشيطان انه لكم عدو مبين ولما جاء عيسى بالبينات قال قد جئتكم بالحكمة ولابين لكم بعض الذي تختلفون فيه فاتقوا الله واطيعون ان الله هو ربي وربكم فاعبدوه هذا صراط مستقيم فاختلف الاحزاب من بينهم فويل للذين ظلموا من عذاب يوم اليم هل ينظرون الا الساعة ان تاتيهم بغتة وهم لا يشعرون [پ ۲۵ ع ۱۲] اور البتہ وہ ابن مریم جو مثل ہے بنی اسرائیل کے لیے ساعت قیامت کے لیے دلیل یا نشانی ہے۔ پس مت شک کرو تم اُس کی عبودیت میں اور میرا اتباع کرو یہی

٭ ترجمہ اسکا آگے آویگا۔ منہ

صراط مستقیم ہے اور نہ روکے تم کو شیطان اس صراط مستقیم سے بہ تحقیق وہ تو تمہارا دشمن کھلا ہوا ہے اور جب عیسیٰ کھلے نشان لیکر آیا تھا تو اُس نے کہا تھا کہ میں تمہارے لیے حکمت اور دانش کی باتیں لیکر آیا ہوں اور تا کہ بیان کروں میں بطور فیصلہ قطعی کے وہ باتیں جنہیں تم سخت اختلاف کر رہے ہو پس ڈرو اللہ سے اور میری اطاعت کرو بے شک اللہ ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے تو صرف اسی کی عبادت کرو یہی صراط مستقیم ہے تب بہت سے گروہ در گروہ باہم اپنی طرف سے اُس سے اختلاف کرنے لگے پس اُن لوگوں کے لیے جنہوں نے ظلم کیا افسوس ہے عذاب دن دردناک سے۔ کیا یہ لوگ اس ساعۃ کا انتظار کر رہے ہیں جو اُنپر یکایک آجاویگی اور اُنکو خبر بھی نہ ہوویگی **ف** انّہٗ کی ضمیر کو ہم نے اُس ابن مریم کی طرف راجع کیا ہے جو مثل ہے یعنی ضرب المثل کا مصداق ہے۔ کیونکہ اوپر کی آیات میں ابن مریم کے لیے دو جگہ پر لفظ مثل کا موجود ہے اولاً **ولما ضرب ابن مریم مثلاً** اور ثانیاً **ان ھو الا عبد انعمنا علیہ وجعلناہ مثلاً لبنی اسرائیل**۔ اور جبکہ بیان کیا گیا ابن مریم بطور مثل کے نہیں ہے ابن مریم مگر ایک بندہ جسپر ہم نے انعام کیا اور گردانا ہم نے اُسکو مثل واسطے بنی اسرائیل کے۔ اب مثل کے معنے سمجھنے چاہئیں تفسیر کبیر میں لکھا ہے **المثل فی اصل کلامھم بمعنے المثل وھو النظیر ویقال مِثْلٌ ومَثَلٌ ومَثِیْلٌ** سِبْہٌ وشَبَہٌ وشَبِیْہٌ۔ ان آیات مذکورہ میں یہ تصریح نہیں فرمائی گئی کہ ابن مریم کو جو بنی اسرائیل کے لیے یہاں پر مثل قرار دیا گیا وہ کس امر میں مثل تھے۔ اندک غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ سلسلہ خلافت نبوت کا حضرت ابن مریم پر ختم ہو گیا تھا اس لیے وہ خاتم انبیاء بنی اسرائیل ہونے میں مثل ہوئے جیسا احادیث سے بھی یہ امر یعنی زمانہ فترت رسل کا بین ابن مریم و آنحضرت صلعم کے ثابت ہوتا ہے اور یہی بہتر تھا اُنکے بغیر باپ کے پیدا ہو نہیں۔ چونکہ ابن مریم کے بغیر باپ کے پیدا ہوئے نہیں بلکہ [illegible] کا پیدا ہونا تھا کہ ابن مریم میں تو قوت ملکیت و روحانیت کی نسبت دیگر عباد اللہ مقربین کے زیادہ معلوم ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے **ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا** یعنی سچے مومنوں کے لیے اللہ تعالیٰ مریم بیٹی عمران کے مثل بیان فرماتا ہے جنہوں نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا تو پھر ہمنے اُنکے پیٹ میں اپنی روح پھونک دی پس اس نفخ روح سے ثابت ہے کہ ملکیت اُنمیں زیادہ تھی۔ تو پھر آخر زمانہ اُمت محمدیہ میں ابن مریم کا کوئی مثیل کیونکر ہو سکتا ہے اور وہ ملکیت اور روحانیت جو مثل ابن مریم کی ہو اُمت محمدیہ میں کیونکر پیدا ہو سکتی ہے تو اُسکا جواب اولاً اللہ تعالیٰ نے اسی جگہ پر یوں ارشاد فرمایا ہے **ولو نشاء لجعلنا منکم ملائکۃ فی الارض یخلفون** مطلب یہ ہے کہ اے اُمت

محمدیہ تمھارا درجہ تو ہم نے بہت بڑا عالی کیا ہے اس لیے اگر ہم چاہیں تو ایک ابن مریم کیا بہت سوں کو تم میں سے ابن مریم سے بڑھکر فرشتے کر دیویں کہ وہ زمین میں خلافت و امامت کرتے رہیں ثانیاً علاوہ اسپر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس شبہ فاسدہ کے دفع کرنیکے لیے ابن مریم کو اسجگہ پر مثل بھی قرار دیا ہے اور لفظ مثل یا مثل یا مثیل کا بالضرور تعدد کو چاہتا ہے اور وجود تعدد کے لیے ہی یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں بغیر وجود تعدد کے یہ الفاظ مثیل وغیرہ استعمال نہیں ہو سکتے چونکہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اس لیے جانتا تھا کہ خود اہل اسلام میں بھی ابن مریم کی نسبت ایسے ایسے خیالات فاسدہ پیدا ہو جاویں گے جو موہم ہونگے ابن مریم کے تفرد اور توحد پر بعض صفات ملکیت کے لیے اس لیے اُس علیم و حکیم نے اسجگہ پر ابن مریم کو بلفظ مثل ارشاد فرمادیا تاکہ اس خیال تفرد کا قلع اور قمع ہو جاوے اور کوئی ایسی خصوصیت ابن مریم کے لیے باقی نہ رہے کہ وہ دوسرے انبیاء یا اولیاء امت محمدیہ سے ممتاز شمار کیا جاوے۔ اور پھر اس آیت میں امت محمدیہ کیلیے وہ مراتب عالیہ اسجگہ پر بیان فرما دیئے کہ ایک ابن مریم کیا بہت سے امتی ابن مریم سے بڑھکر ہو سکتے ہیں یعنی اُس سے بڑھکر بمنزلہ ملائکہ کے ہو سکتے ہیں دیکھو فصل ۳۳ سفر استثنا درس دوم کو جس میں دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آپکا آنا لکھا ہے۔ الحاصل جبکہ لفظ مثل کے لیے تعدد ضروری ہوا تو ابن مریم بمنزلہ ایک قول دائر سائر کے ہو گیا جسکو مثل کہتے ہیں اس لیے اُس مثل کے لیے اُمت محمدیہ میں سے ایک فرد کامل کو آخر زمانہ میں حسب آیات زیر تفسیر مبعوث فرمایا جاویگا جسکی نسبت ارشاد ہے وانہ لعلم للساعۃ یعنی بے شک وہی مثل بنی اسرائیل کا جو ابن مریم ہے ساعۃ قیامت کے لیے ہمارے علم ازلی میں ایک دلیل اور نشان مقرر ہو چکا ہے جو آخر زمانہ میں ایک مسیح غلام احمد فرد کامل اُس مثل کا مصداق ہوگا تاکہ ہمارے فعل سے بھی اُسکا تعدد ثابت ہو جاوے۔ کیا خوب کہا خود حضرت ابن مریم موعود نے سہ حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب ؂ خوبوں کو بھی تو تمنے مسیحا بنا دیا ؂ کیا شک ہے مانتے ہیں تمھیں اس مسیح کے جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا ؂ کیونکہ آیت زیر تفسیر سے مماثلت کا ثبوت بخوبی ہو گیا۔ اور جو ضمیر فلا تمترن بھا میں ہے اُسکا مرجع عبودیت ابن مریم ہے کیونکہ وہی مرجع پہلے اُس سے قریب مذکور ہوا ہے جو ان ھو الا عبد انعمنا علیہ سے سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس آیت میں عبودیت ابن مریم کو بڑی تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو مقتضی حصر کا ہے یعنی نفی واثبات کا مقتضی جو حصر کے لیے ہوتا ہے۔ اس لیے اسی کی طرف ضمیر بھا کا رجوع ہونا ضروری ہوا اور پھر تاکید پر تاکید یہ فرمائی گئی کہ واتبعون یعنی تم نصاریٰ کی پیروی مت کرو جو ابن مریم میں صفات الوہیت ثابت کرتے ہیں بلکہ میری پیروی کرو اور پھر ارشاد فرمایا کہ یہی صراط مستقیم ہے جو بحکم خیر الامور اوسطھا کے متوسط ہے درمیان عقیدہ نصاریٰ اور عقیدہ یہود کے جو ابن مریم کے نعوذ باللہ ولد الزنا ہونے کے قائل ہیں۔ پھر اس کے آگے ارشاد ہوا کہ شیطان تمکو اس عقیدہ صحیحہ سے روکے گا ایسا نہ ہو کہ شیطان تمکو وساوس میں ڈالکر روک دیوے اور کہے کہ تم اجماع نصاریٰ اور بلکہ اجماع عوام مسلمین کے مخالف ہوئے جاتے ہو کیونکہ شیطان تو تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے اس لیے اُسکا اتباع مت کرو کہ اسکے مخالف عقیدہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید فوت ہوئی جاتی ہے الحاصل ان آیات میں آخری زمانہ کے ابن مریم کا ذکر فرمایا

گیا ہے اور چونکہ واقعات والہامات نے یہ شہادت دیدی ہے کہ مسیح موعودؑ کو اوّلاً بخطاب مریم مخاطب کیا گیا تھا اور بعد نفخ روح یعنی واقع ہونے الہامات کے اُسکو بخطاب ابن مریم مخاطب کیا گیا ہے دیکھو براہین احمدیہ کو۔ اس لیے ان آیات میں جو آخری ابن مریم کی پیشین گوئی ہے اُسکو صرف بنام ابن مریم ہی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے نہ بنام عیسیٰ کے جو خاص اسکا علم یعنی ابن مریم کا تھا اگلی آیات میں جو پہلے ابن مریم کی بعثت کا ذکر فرمایا ہے اُن آیات میں اُسکو علم کے ساتھ ذکر کیا اور منجملہ سوانح مہمہ پہلے ابن مریم کے اُنہیں سے اُن حالات مہمہ کے ساتھ ابن مریم کو ذکر فرمایا جو آخری ابن مریم کے پیش آنیوالے تھے تاکہ اہل بصیرت اس امر کو بخوبی سمجھ لیویں کہ بالضرور عیسیٰ محمدی آنحضرت صلعم میں مثل اُسی ابن مریم ہوگا جو بنی اسرائیل کے لیے مثل قول دائر و سائر کے شہرت پارہا تھا اور عجیب لطف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابن مریم کو جو یہاں مثل قرار دیا تھا اُس کی صداقت کے اثبات کے لیے تمام شعراء اور ناثرین کے اذہان کو بھی اسطرف متوجہ کردیا کہ وہ اپنے اشعار و نیز نثروں میں خوباں جہاں کو مسیح ابن مریم کے ساتھ تمثیل دیتے ہیں ع خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنادیا ۔ پس یہ قول اور فعل الٰہی کیا مسیح ابن مریم کے ابطال الوہیت کے لیے کافی نہیں؟ بالضرور کافی ہے ایسا ہی سوانح ابن مریم میں سے اب وہ سوانح بیان فرمائے جو آخری مسیح کے لیے وقوع میں آنیوالے تھے۔ چنانچہ اوّلاً اسکے بیّنات کا ذکر فرمایا کیونکہ آخری ابن مریم کو صدہا واضح نشانات اور بیّنات عطا فرمائے گئے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ ولما جاء عیسیٰ بالبینات پھر جو حکمت اور دانش کی باتیں علاوہ الفاظ ظاہری تورات کے اُسکو دیگئی تھیں اُن کو بیان فرمایا قال قد جئتکم بالحکمۃ اس لیے کہ آخری مسیح کو حکمت یعنی حقایق اور معارف قرآنی دیئے گئے ہیں ومن یؤتی الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیرا پہلے مسیح کے وقت میں اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں باہم سخت اختلافات واقع ہو رہے تھے اور باہم ایک فریق دوسرے فریق کو کافر قرار دے رہا تھا وہی آخری مسیح کے وقت میں علما اور اہل مذاہب اسلامیہ کا حال طابق النعل بالنعل تھا اس لیے اُسکو حکم عدل کر کے مبعوث فرمایا کما قال ولابین لکم بعض الذی تختلفون فیہ پہلے مسیح کیوقت میں تقوی اللہ کا نام و نشان اہل کتاب میں باقی نہ رہا تھا یہاں پر بھی بسبب بُعد زمانہ خیر القرون کے کوئی شِق تقوی اللہ کی باقی نرہی تھی اس لیے ارشاد ہوا کہ فاتقوا اللہ یعنی اس اختلاف اور تکفیر باہمی وغیرہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور ایسی جرأت گستاخانہ نہ کرو اور جملہ امور میں افراط و تفریط کو ترک کرکے میری اطاعت کرو کما قال واطیعون اور پہلے مسیح میں مثل نصاریٰ کے وہ صفات ثابت نہ کرو جس سے اُسکا رب ہونا لازم آجاوے جیسا کہ نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ ربنا المسیح و نعوذ باللہ منہ کیونکہ ان اللہ ھو ربی و ربکم اور عبادت خالص اُسی کی کرو۔ یہی اُس پہلے مسیح کی تعلیم تھی اور اس مسیح آخری کی بھی یہی تعلیم ہے کما قال فاعبدوہ۔ پہلے مسیح نے اپنی اس تعلیم کو (کہ نہ مجھ میں کوئی صفت ربوبیت کی ہے اور نہ میں اُن عیوب کفر وغیرہ کے ساتھ متہم ہوں جو یہود مجھ پر لگاتے ہیں) صراط مستقیم فرمایا کہ ھٰذا صراط مستقیم وہی مقولہ مسیح موعود آخری زمانہ کا ہے جو فرما رہا ہے کہ ھٰذا

صراط مستقیم یعنی یہ تمہارا افراط ہے کہ پہلے مسیح کو صفات ربوبیت کے ساتھ متصف کر رہے ہو اور آخری مسیح کو کافر بلکہ اکفر دجّال کذّاب کہکر تفریط کے گڑھے میں گر رہے ہو یہ صراط مستقیم نہیں ہے بلکہ کتاب و سنت کے بالکل مخالف ہے اگرچہ تم اپنے خیالات کی سند میں اجماع کو پیش کرو کیونکہ کوئی اجماع بغیر سند کتاب و سنت کے مستند نہیں ہو سکتا باوجودیکہ ان مسائل میں اجماع بھی ہرگز نہیں صرف تمہارے آپس کے خیالات مختلفہ و منتشتہ ہیں اور وہ بھی نہایت دور از عقل اور پھر مختلف ہیں کما قال فاختلف الاحزاب من بینہم یعنی وہ اقوال مختلفہ تمہاری طرف سے پیدا ہوئے ہیں نہ کتاب و سُنّت صحیحہ کے منشا سے۔ اور اجماع تو صاحبان عدل کا مقبول ہوا کرتا ہے نہ معاندین اور ظالمین کا اور یہ کسقدر بڑا ظلم ہے کہ کتاب و سُنّت صحیحہ میں تو ہرگز ہرگز نظر و فکر نہیں کیجاتی اور اپنے خیالات کی تقلید پر اصرار کیا جا رہا ہے۔ پس اسکا نتیجہ بجز عذاب الٰہی کے اور کیا ہو سکتا ہے کما قال فویل للذین ظلموا من عذاب یوم الیم۔ پس ثابت ہوا کہ ان ظالمین کو جو دلایل عقلیہ و نقلیہ پر نظر نہیں کرتے اُسی ساعت کا انتظار ہے جو انپر بیخبری کیحالت میں دفعةً آجاویگی مگر پھر بعد وقوع کیا ہو سکتا ہے کما قال تعالیٰ هل ینظرون الا الساعة ان تاتیهم بغتة وهم لا یشعرون اسی طرح پر آخری مسیح موعودؑ نے بھی ہزاروں دلایل عقلیہ اور نقلیہ قوم کے روبرو پیش کیے ہیں اور نشانات ارضی و سماوی اللہ تعالیٰ نے اُس کی تائید میں دکھلا دیئے ہیں۔ مگر مخالفین مکذبین ہرگز ہرگز اُنکی طرف ایک ذرہ بھر توجہ نہیں کرتے بالآخر زلزلة الساعة جو قیامت کا نمونہ ہوگا اُس سے بھی انذار کیا گیا ہے کما فی الالہامات تا کہ قبل آمد عذاب کے کوئی ایسا رجل رشید نکل آوے جو سمجھ جاوے۔ الحاصل اس سورة میں وہ پیشین گوئی یاد دلائی گئی ہے جو آخری مسیح کے بیلیے مذکور ہوئی ہے اور حوارین مسیح نے بھی اس پیشین گوئی مسیح آخری کو بموجب کتاب اعمال فصل تین کے بعد موجود ہونے دولت اسلامیہ کے آخری زمانہ کے لیے قطعاً تسلیم کیا ہے اس لیے اس سورة میں اللہ تعالیٰ نے حٰمٓ کے ساتھ صنعت براعت الاستہلال کی بیان فرمائی مع انذارات مندرجہ سورة کے اس لیے حٰمٓ سے ایک نشان نبوت کا مع صنعت براعت الاستہلال کے حاصل ہوا۔ و ہو المدعا۔ اور چونکہ حوارین مسیح کی پیشین گوئی کا دارو مدار الواح موسیٰ ہی پر ہے اس لیے حٰمٓ سے مراد الواح موسیٰ بھی ہو سکتی ہے۔ و البیان البیان بتغیر ما۔ بہرحال حٰمٓ سے مراد خواہ الواح موسیٰ ہو یا حوارین مسیح ہو مطلب اور مدعا دونوں طرح پر ثابت ہے۔

سورة دخان ٢٥ - یہ سورة بھی حٰمٓ سے شروع کی گئی ہے اگرچہ چند مضامین مندرجہ اس سورہ میں کے الواح موسیٰ کیطرف اشارات کر رہے ہیں جن کی طرف حٰمٓ ناظر ہے۔ مگر یہاں پر ایک لطیف اشارہ آیت ذیل سے لکھتے ہیں تا کہ نظم قرآنی کی لطافت مضامین کیطرف انتقال کرنیکے لیے اذہان مومنین مخلصین کے عادی ہو جاویں قال اللہ تعالیٰ اهم خیر ام قوم تبع والذین من قبلهم اهلکناهم انهم کانوا مجرمین - ترجمہ بھلا یہ لوگ قوّت اور شوکت میں بڑھکر ہیں یا شاہ یمن تبع کی قوم کے لوگ اور وہ لوگ جو ان سے پہلے ہو گذرے ہیں

ہم نے اُن سب کو ہلاک کر مارا اس لیے کہ وے جرموں کا ارتکاب کرنیوالے تھے۔ ف واضح ہو کہ تبع یمن کے بادشاہ کا خطاب ہوا کرتا تھا جیسا کہ مصر کے بادشاہ کو فرعون کہتے تھے اور جیسا کہ کسریٰ بادشاہ فارس کا خطاب تھا اور قیصر بادشاہ روم کا خطاب ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ سلطنت یمن کی اُسوقت درمیان عرب کے ایک عظیم الشان سلطنت تھی اس لیے دیگر ملوک عرب کے بادشاہ یمن کے توابع ہوتے تھے اور اس لیے شاہ یمن کو تبع کہتے تھے یعنی کل ملوک عرب کا متبوع جس کی جمع تابعہ آتی ہے آیت مذکورہ میں مراد تبع سے ابوکرب اسعد بن ملیل ہے جو آنحضرت صلعم پر ایمان لے آیا تھا اور اسی تبع کی نسبت کلام نبوت میں وارد ہوا ہے کہ ما ادری اکان تبع نبیا او غیر نبی۔ وقالت عائشۃ کان تبع رجلا صالحا وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ کان نبیا (تفسیر کبیر ابو السعود وغیرہ) مگر قوم تبع کی مشرک تھی جنکا ہلاک اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے قبل بعثت نبی صلعم کے تبع کے ایمان لانیکا قصہ مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ تبع کا بیٹا اہل طیبہ یعنی اہل مدینہ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اس لیے تبع نے مدینہ طیبہ کی تخریب کے لیے چڑھائی کی تھی وہاں پر کعب اور اسد سے جو اجداد یہود بنی قریظہ میں سے تھے اُس کی ملاقات ہوئی یہ دونوں بڑے علما و احبار یہود میں سے گذرے ہیں ان دونوں کو آنحضرت صلعم کی بشارات الواح موسیٰ سے یہانتک معلوم ہوگئی تھیں کہ مدینہ طیبہ آپکا ہجرت گاہ ہوگا اور مولد آپکا مکہ ہوگا چنانچہ کتاب سفر استثنا فصل ۳۳۔ اور کتاب اشعیا فصل ۲۱ میں یہ مضمون اب تک پایا جاتا ہے ہاں بجائے طیبہ کے تیما لکھا ہوا ہے جو بنی اسمٰعیل میں سے کسی کا نام نامی تیما تھا اُسکا آباد کیا ہوا تیما یعنی طیبہ ہے ان دونوں احبار نے تبع کو بہت فہمایش کی اور کہا کہ یہ مدینہ طیبہ ہجرتگاہ آخری نبی عظیم الشان کا ہوگا تو اس لیے اسکے تخریب کے درپے نہ ہو تبع نے ان دونوں کی فہمایش اور ہدایت کو قبول کر لیا بلکہ ان دونوں احبار کو اپنے ہمراہ یمن کو لے گیا اور اہالی یمن وغیرہ کو توریت کی طرف یہ دونوں احبار مع تبع کے دعوت بھی کرتے رہے دیکھو تفسیر کبیر ابو السعود اور تبصیر الرحمٰن وغیرہ کو تبصیر الرحمٰن میں لکھا ہے فمن ھناک کان اصل الیھودیۃ بالیمن یعنی اسی وجہ سے یہودیت کی اصل یمن میں قایم ہوئی (آمدم بر سر مطلب) اس آیت میں قوم تبع کو جو خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا اسکی کیا وجہ ہے حالانکہ آل فرعون کا ذکر بھی سابق اس سے ہوچکا ہے اور فرعون تو وہ شخص زور آور تھا جس نے دعویٰ انا ربکم الاعلیٰ کا بھی کیا اور ما علمت لکم من الہ غیری بھی اُسکا مقولہ تھا اور بادشاہ بھی بہت بڑا تھا پھر قوم تبع کے ذکر کرنیکی اس آیت میں کونسی وجہ موجہ ہوسکتی ہے؟ پس واضح ہو کہ چونکہ قبل بعثت آنحضرت صلعم کے یہ قصہ تبع کے ایمان لانیکا اور کعب و اسد احبار یہود کی ہدایت و فہمایش سے آپکی ہجرتگاہ طیبہ کا معلوم ہونا اور مولد مکہ معظمہ کی تعظیم کرنا تبع کا اور ملک یمن میں یہود اہل کتاب کی بستی اور آباد ہونیکا عرب کے اہل کتاب وغیرہ کو مسلم اور معلوم تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے واسطے انتقال کرنے ذہن سلیم کے طرف اس قصہ تبع کے اور نیز طرف

قصۂ ان دونوں احبار کے جو الواح موسیٰ سے آپکی بشارات اور ہجرتگاہ اور مولد سے بخوبی واقف اور خبردار تھے حٰمٓ کے ساتھ براعت الاستہلال فرمائی اور تبع کے ذریعہ الواح موسیٰ کیطرف توجہ دلائی جس سے ایک نشان نبوت کا بھی واضح ہو گیا کہ الواح موسیٰ میں بکثرت وشہرت تمام آپکی صفات وبشارات موجود ہیں فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اس لیے حٰمٓ میں صنعت براعت الاستہلال کی مع ایک نشان نبوت کے باشارہ لطیف حاصل ہوئی اور دیگر وجوہ سے بھی یہ صنعت حاصل ہوسکتی ہے۔

سورہ جاثیہ [۴۵]۔ یہ سورہ بھی حٰمٓ سے شروع کیگئی ہے اور حوارین مسیح کیطرف اسمیں اشارہ ہے جنہوں نے ایام راحت قرآنی کی بشارت اور ایام تازگی بخش دولت اسلامی کی پیشین گوئی بڑے زور وشور سے کی ہے چنانچہ نسخہ عربیہ ۱۸۱۱ء کتاب اعمال باب ۳ میں یہ پیشین گوئی ابتک موجود ہے، وجمیع الانبیا منذ اصموئیل والذین بعدہ کلھم تکلموا واخبروا عن ھذہ الایام (کتاب اعمال باب ۳) ترجمہ فارسی ۱۸۷۸ء میں ہے (۲۴) وجمیع انبیا نیز از اصموئیل وآنانیکہ بعد از و تکلم کردند ازیں ایام اخبار نمودند۔ اردو ترجمہ ۱۸۴۴ء میں ہے (۲۴) اور سب نبیوں نے اصموئیل سے لیکے ان تک جو اسکے بعد ہیں جنہوں نے خبر دی ہے ان دنوںکی بھی خبر دی ہے۔ چنانچہ ہم نے اس بشارت کو دلیل نمبر اول ریویو جلد ۵ نمبر ۱۱ میں مفصلاً بیان کیا ہے۔ اسی بشارت کیطرف اللہ تعالیٰ اس سورۃ میں ارشاد فرماتا ہے قل للذین اٰمنوا یغفروا للذین لا یرجون ایام اللہ لیجزی قوما بما کانوا یکسبون (آخر رکوع ۸ تک پڑھو) یعنی اے پیغمبر ایمان والوں سے کہدو کہ جو لوگ ان ایام اللہ کی (جو آنحضرت صلعم کے ایام بعثت میں آئے ہیں اور جنکی پیشین گوئی تمام انبیا کرتے چلے آئے ہیں) کچھ پروا اور امید نہیں رکھتے اُنسے درگذر کریں تاکہ خود اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو انکی اُن کرداروں کی سزا دیوے جو وہ کر رہے ہیں۔ ونیز ان آیات میں آخر رکوع ۸ تک ایمان والوں کے لیے بشارت دیگئی ہے اور مکذبین ایام اللہ اسلامیہ کے لیے انذار فرمایا گیا ہے اور بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت کا ان ایام اللہ کی بشارت دینے کے لیے عطا فرمانا اور ان ایام اللہ کے ثبوت حقیقت کے لیے روشن حجتوں کا مرحمت کرنا ذکر فرمایا ہے تاکہ آیندہ کچھ اختلاف باہمی بشرط انصاف واقع نہ ہو اور پھر بموجب اُن بشارات انبیا کے جو ان ایام اللہ کی نسبت ہیں آنحضرت صلعم کے لیے شریعت کاملہ کا عطا ہونا ارشاد ہوا ہے اور ان ایام اللہ کے زمانہ میں جو قرآن مجید کے نزول کا زمانہ ہے اُن تمام دلایل واضحہ کا نزول جنکا کوئی معارضہ نہ کرسکے اور ہدایت کاملہ کا جس میں کسی طرح کا شبہ بشرط انصاف واقع نہ ہوسکے اور رحمت تامہ کا مرحمت ہونا ایقان والوں کے لیے ذریعہ کتاب اللہ کے بیان فرمایا گیا ہے اور ان ایام تازگی بخش کا بمنزلہ حیات کے مومنین کے لیے ہونا بیان ہوا ہے اور جن مکذبین نے ان ایام اللہ سے کچھ حصہ نہ لیا اُنکو بمنزلہ موتیٰ کے ذکر فرمایا گیا ہے گو وہ بظاہر زندہ ہوں۔ خلاصہ یہ کہ حٰمٓ کو خواہ حوارین مسیح کیطرف اشارہ گردانیں یا الواح موسیٰ سے ماخوذ قرار دیویں مطلب ہر دو صورت حاصل ہے کیونکہ کتاب اعمال حوارین میں بھی بحوالہ الواح موسیٰ کی ہی یہ بشارات ذکر کی گئی ہیں بلکہ اس حٰمٓ میں صنعت براعت الاستہلال کی مع نشان نبوت کے حاصل ہوگئی۔ وہو المدعا۔

سورہ احقاف ۲۷۔ یہ سورۃ بھی حٰم سے شروع کیگئی کیونکہ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے قل ارأیتم ان کان من عند اللہ وکفرتم بہ وشھد شاھد من بنی اسرائیل علیٰ مثلہ فاٰمن واستکبرتم ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین ایضاً قال تعالیٰ ومن قبلہ کتاب موسیٰ اماما ورحمۃ وھذا کتاب مصدق لسانا عربیا لینذر الذین ظلموا وبشریٰ للمحسنین (ترجمہ تفسیری) اے پیغمبر لوگوں سے یہ کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر یہ قرآن خدا کی طرف سے ہووے اور تم نے اُس سے انکار کیا حالانکہ ایک بڑا گواہ بنی اسرائیل میں سے اسبات پر گواہی دیچکا ہے کہ الواح موسیٰ میں اس قرآن کی مثل کی بشارت موجود ہے اور اسی مثلیت کیوجہ سے کہ یہ قرآن اُسی پیشین گوئی کا مثل یعنی مصداق ہے وہ ایمان بھی لاچکا ہے لہٰذا تم نے تکبر کیا تو کیا تم ابتک ظالم نہ ہوئے کہ باوجود اسقدر ثبوتوں کے ایمان نہ لائے بیشک ظالم ہوئے اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔ حالانکہ اس قرآن سے پہلے کتاب موسیٰ کی یعنی الواح موسیٰ بھی موجود ہے جو من قبل القرآن جملہ انبیا اور اولیا اور علما کے لیے امام اور رحمۃ تھی کیونکہ اُس میں اس قرآن اور اس خاتم النبیین کی بشارات موجود ہیں اور یہ قرآن ایسی کتاب ہے کہ اُس الواح موسیٰ کی تصدیق کررہی ہے علاوہ اسپر یہ کہ پہلی کتابوں سے زیادہ تر جامع حقایق اور معارف الٰہیہ کی ہے کیونکہ عربی زبان میں ہے جو گویا زبان ہے نہ عجم یعنی گونگی تاکہ ایسی اشد ظالموں کو اُنکے ظلم کے انجام سے ڈراوے اور محسنین کو بشارت دیوے۔ ف۔ اس آیت میں چند ثبوت آپکی نبوت کے بیان فرمائے گئے ہیں اول تو بسبب صدور معجزات اور اعجاز قرآن کے اُس کتاب قرآن کا من عند اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ثانیاً حضرت عبد اللہ بن سلام جیسے علما واحبار لوگوں کی شہادت کہ یہ کتاب قرآن اور نبی آخر الزمان دونوں وہی ہیں جنکی پیشین گوئی الواح موسیٰ میں موجود ہے۔ ثالثاً اُن الواح موسیٰ میں بشارات محمدیہ کا اُسوقت تک موجود ہونا اور اہل کتاب کا تورات کو امام اور رحمۃ اپنے لیے مسلم قرار دینا۔ لیکن کتاب تورات اُنکے لیے امام اور رحمۃ تب ہی ہوسکتی ہے جب اُسکی بشارات کو بھی تسلیم کیا جاوے لیکن اگر اُسکی پیشین گوئیاں جھوٹی ہوں تو پھر وہ کتاب امام اور رحمۃ کیونکر ہوسکتی ہے۔ رابعاً تورات کی تصدیق تب ہی ہوسکتی ہے جب قرآن کی تصدیق کیجاوے ورنہ اُسکی تکذیب لازم آویگی۔ خامساً اُس موعود کتاب کا عربی زبان میں ہونا کیونکہ سفر استثنا فصل ۱۸ وغیرہ میں اُس کتاب کا نزول بنی اسمٰعیل میں لکھا ہوا ہے جو برادران بنی اسرائیل سے ہیں اور ظاہر ہے کہ بنی اسمٰعیل ملک عرب میں آباد ہوئے النبوۃ فی العرب وبنی قیدار۔ اور اُنکی زبان عربی ہے پس بنی اسمٰعیل پر جو کتاب نازل ہو اُس کا عربی زبان میں ہونا ضروری ہوا غور کرو کہ کتاب دانیال وکتاب عزیر ونحمیا جو مجموعہ تورات میں موجود ہیں وہ اولاً کالدی زبان میں تھیں بعد کو عبرانی میں مترجم ہوئی ہیں اور قرآن مجید بھی یہی ارشاد فرماتا ہے کہ نہیں بھیجا ہمنے کوئی رسول مگر اُسکی قوم کی زبان میں۔ سادساً تاثیرات روحانی اور فیوض رحمانی کا حاصل ہوجانا بعد قرآن مجید پر ایمان لانیکے جو اس سے آگے کی آیات میں بیان فرمایا گیا ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا الآیۃ۔

دیکھو ان امور سنہ کو مضامین سورۃ ہٰذا میں چونکہ اس سورہ میں یہ ثبوت بحوالہ الواح موسیٰ کے بیان فرمائے گئے ہیں جنکا اشارہ حٰمٓ میں موجود ہے یعنی اس حٰمٓ میں صنعت براعت الاستہلال کے مع نشان نبوت کے حاصل ہو گئی وہو المدعا

سورۃ ق[۲۸] ۔ یہ سورۃ حرف ق سے شروع کی گئی ہے۔ اوّلاً واضح ہو کہ دلالت کی دو قسمیں ہیں اوّل دلالت لمی ہوتی ہے یعنی علت کے وجود سے معلول کا پہچان لینا جیسا کہ وجود شمس سے نہار کا علم حاصل ہو جاتا ہی دوسری قسم دلالت کی دلالت اِنّی ہوتی ہے یعنی معلول سے علت کا علم حاصل ہو جانا۔ یہاں پر حرف ق سے دونوں دلالتیں مراد ہو سکتی ہیں یعنی قیامت کے قایم کرنے پر میں قادر ہوں ق سے مراد اگر قادر ہو تو دلالت لمی ہوتی ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ اُسکا فاعل حقیقی ہے اور اگر ق سے مراد قیامت ہو تو دلالت اِنّی ہوئی کیونکہ اُس فاعل مختار کی معلول ہے چونکہ اس سورۃ میں قیامت اور مقدمات قیامت ہی کا زیادہ تر مذکور ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتوں کا ثبوت دیکر واسطے جزا و سزا کے قایم کرنا قیامت کا ثابت فرمایا ہے تاکہ ظالم سے حق مظلوم کا دلایا جاوے اور فاسقین مکذبین اور متقین کو اُس روز ممتاز کر دیا جاوے اور اگر جزا و سزا جو بروز قیامت ہونیوالی ہے واقع نہ ہو تو پھر ظالم اور مظلوم اور متقی و فاجر برابر ہو جاویں۔ لیکن یہ تساوی اللہ تعالیٰ کی ذات قدوس و حکیم سے نہایت مستبعد ہے اس لیے یہ سورہ حرف ق سے شروع کیگئی ہی اور مکذبین کے لیے عذاب دنیا و عذاب قیامت سے انذار فرمایا ہی دیکھو سورہ کے مضامین کو۔ اور مومنین کے لیے دین و دنیا کی بشارات ارشاد فرمائی گئی ہیں جیسا کہ فرمایا وازلفت الجنۃ للمتقین غیر بعید چونکہ متقین لوگ قیامت میں تو جنت میں داخل ہی کر دیئے جاوینگے نہ یہ کہ قریب جنت کے کیے جاوینگے۔ اس لیے یہ وعدہ الٰہی متقین کے لیے دنیا ہی میں شروع ہو جاتا ہی اسی لیے فرمایا گیا کہ متقین کے لیے جنت کو قریب کر دیا جاتا ہی یعنی دنیا میں۔ پس وہ جنت دنیا ہی میں اُنسے غیر بعید ہو جاتی ہے اور چونکہ یہ پیشین گوئی آنحضرت صلعم کی حیات ہی میں متقین کو حاصل ہو گئی اور مکذبین کے لیے تمام انذاری پیشین گوئیاں مندرجہ سورۃ واقع ہو چکیں اور خصوصاً زمانہ مسیح موعودؑ میں جو قریب قیامت کے آگیا ہی بکثرت واقع ہو رہی ہیں اس لیے حرف ق سے صنعت براعت الاستہلال کی مع نشان نبوت کے حاصل ہو گئی۔ وہو المطلوب

سورۃ نٓ[۲۹] ۔ یہ سورہ حرف ن سے شروع کیگئی ہے کیونکہ اس سورہ میں بھی حرف ن سے دلالت لمی اور دلالت اِنّی دونوں موجود ہیں کیونکہ ن اشارہ ہی طرف نور احدیت کے جو آپکی نبوت عامہ کی بعثت کے لیے مقتضی ہوا پس اندرین صورت حرف ن سے دلالت لمی حاصل ہو گئی یا حرف ن اشارہ ہے آپکی نبوت عامہ کیطرف جو مقتضی ہے اُسی نور احدیت کا اندرین صورت دلالت اِنّی حاصل ہو گئی چنانچہ سورۃ نور میں بھی آپکے نور نبوت کیطرف اشارہ فرمایا گیا ہی جسکی تفصیل و تفسیر حضرت امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ میں ایسی بیان فرمائی کہ مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب بشر کی مصداق ہی چونکہ اس سورۃ میں اہم المقاصد آنحضرت صلعم کی نبوت کا ہی اثبات ہے اور نور احدیت کا بھی ثبوت دیا گیا ہی اور مکذبین کے لیے وعید عذابہائے دنیا اور آخرت کی بیان فرمائی گئی ہے اور مومنین کے لیے بشارتیں اور خوشخبریاں

دیکھی ہیں اور یہ جو ان پیشین گوئیوں کے واقعات بھی ہو گذرے اور تازہ بتازہ مسیح موعود و مہدی معہود کے زمانہ میں واقع ہو رہی ہیں اسلیے حرف ن سے صنعت براعت الاستہلال کے مع نشان نبوت کے حاصل ہو گئی۔ آنحضرت صلعم کی نبوت کا ثبوت تو اول ہی سورۃ میں بیان فرمایا گیا ہے اور نور احدیت کا بیان مثلاً اس آیت میں ہے قال اللہ تعالیٰ یوم یکشف عن ساق و یدعون الی السجود فلا یستطیعون خاشعۃ ابصارھم ترھقھم ذلۃ (ترجمہ تفسیری) اور جب ان کہ مکذبین سجدہ کیلیے خالص واسطے اللہ تعالیٰ کے بلائے جاوینگے تو وہ سجدہ نہ کرسکیں گے کیونکہ حیات دنیا میں انہوں نے خالص اللہ تعالیٰ کے لیے بغیر شائبہ کسی طرح کے شرک کے سجدہ نہیں کیا تھا اور نور آفتاب احدیت کی چمک سے آنکھیں انکی چندھیا ئی اور جھکی ہوئی ہونگی اور ذلت اور رسوائی انکے چہروں پر چھا رہی ہوگی آخر آیات تک۔ غرضکہ ن سے صنعت براعت الاستہلال مع نشان نبوت کے حاصل ہے خواہ پہلی سورۃ ق اور نیز ن کو آیت گردانو یا آیت نہ گردانو مگر کلام الٰہی کا ہر ایک ایسا کلمہ جو اشارہ لطیفہ پر مشتمل ہو آنحضرت صلعم کے لیے جو محض امّی تھے جیساکہ اولاً ثابت ہو چکا بالضرور ایک نشان ہوتا ہے۔ وہو المطلوب۔

اسجگہ پر حروف مقطعات کی تفسیر میں جو کچھ اس رسالہ میں بیان کیا گیا ہے وہ ایک قطرہ ہے دریائے زخار میں سے۔ اور ایک ذرہ ہی ریگستان میں سے۔ اور علم تمام مرادات مقطعات قرآنی کا حصر کسی خاص معنو میں یا کسی تفسیر خاص میں کرنا طاقت بشری سے خارج ہے اور یہی معنے اس آیت کے ہیں ما یعلم تاویلہ الا اللہ کے چنانچہ تبصیر الرحمٰن میں لکھا ہے کہ و لا یعلم تاویلہ علی سبیل الحصر اور یہ معنے اس آیت کے نہیں ہیں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے معنے مقطعات کے کوئی انسان خواہ رسول ہو یا غیر رسول نہیں جان سکتا کیونکہ یہ اگلی آیت وما یذکر الا اولوا الالباب کے مخالف ہیں پس اسلیے ان مقطعات کے تمام مرادات سوائے اسکے جو ہم نے اس رسالہ میں لکھے ہیں اور بھی ہو سکتی ہیں مگر ان شرایط کو یاد رکھنا چاہیے جو ہم اول رسالہ میں تحریر کر آئے ہیں یعنی اول یہ کہ وہ مرادات محکمات قرآنی اور مضامین سورۃ کے مخالف نہ ہوں بلکہ مؤید ہوں دوم یہ کہ صنعت براعت الاستہلال کی بھی اس مراد سے حاصل ہوتی ہو یعنی خلاصہ مضمون سورۃ کیطرف ناظر ہو سوم یہ کہ وہ مراد کسی ایسی پیشین گوئی کیطرف اشارہ کر رہی ہو جو واقع ہو گئی ہو یا آیندہ متوقع الوقوع ہو ان شرایط کے ساتھ (خواہ وہ پیشین گوئی مبشر ہو یا انذاری) اگر ہزار ہا معانی بھی ان مقطعات کے کیے جاویں گے تو وہ معانی مقبول ہو سکتی ہیں ورنہ غیر مقبول۔ اب دریافت کیا جاتا ہے کہ جسقدر مقطعات اس چودھویں صدی تک انسانوں نے اپنی حوائج اور ضروریات میں استعمال کیے ہیں آیا ان میں یہ فضایل اور خصایص پائی جاتی ہیں کلا و حاشا ہرگز نہیں پائے جاتے اور نہ آیندہ پائے جا سکتے ہیں کیونکہ اسجگہ قید پیشین گوئی کی ایسی ہے کہ سوائے رسول اور نبی صادق کے آیندہ زمانوں کی اخبار کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ اور جو اسباب معینہ یا ذرایع معلومہ سے آیندہ کے واقعات کی خبر منجمین وغیرہم بیان کیا کرتے ہیں وہ صرف ظن و تخمین ہوتا ہے نہ علم غیب کا۔ اور وہ بھی حساب لگا کر بیان کیا جاتا ہے جیساکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے لتعلموا عدد السنین والحساب ایضاً فرمایا ذلک تقدیر العزیز العلیم مثلاً ہم منازل قمر یا شمس کا حساب لگا کر کہہ سکتے ہیں کہ فلاں تاریخ فلاں وقت میں چاند گرہن ہوگا یا سورج گرہن واقع ہوگا اسکو علم غیب نہیں کہتے کیونکہ اسمیں تو بذریعہ چند معلومات کے مجہولات کا علم حاصل کیا جاتا ہے لاغیر فقط

یہاں تک جو ہم نے بیان کیا اگرچہ بظاہر اثبات حقیت کتاب اللہ اور نبوت محمدیہ کیلیے صرف ایک دلیل ہے لیکن اگر بنظر انصاف و غور کے بلا تعصب اور عناد اس کل بیان میں نظر کیجاوے تو تیس ۳۰ دلایل حقیت کتاب اللہ اور نبوت محمدیہ کے بیان ہو چکے کیونکہ ۲۹ سورتوں کی جو مقطعات ہیں ان میں سے ہر ایک مقطعات ایک نشان الٰہی ہے جو حقیت کتاب اللہ اور نبوت محمدیہ کو ثابت کر رہا ہے اور آیات فواتح سورہ نساء کو بھی ہم نشان حقیت کتاب اللہ و نبوت محمدیہ کا ثابت کر چکے ہیں اور دو عدد دلایل حقیت کے ریویو جلد ۵ نمبر ۱۱ میں بیان ہو چکے ہیں پس یہ سب ۳۲ عدد دلایل حقیت کے بیان ہو چکے خصوصاً جبکہ آپکی امیت پر بھی لحاظ کیا جاوے جیساکہ اول رسالہ میں آیندہ نمبر ۳ سے انشاء اللہ تعالیٰ دلایل حقیت شروع کیے جاوینگے۔ بحولہ و قوتہ تعالیٰ۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

(احسن البیان)

[illegible]

مبارک احمد کی والدہ اُس سانپ کی طرف دوڑی اور ایک چاقو سے اُسکی پتلی ٹانگ کاٹ دی۔ پھر وہ اژدہا مکان کی دوسری طرف آگیا۔ اور مَیں اُسکی طرف گیا اور میرے ہاتھ میں ایک چاقو تھا میں نے بڑی ٹانگ اس اژدہا کی اُس چاقو سے کاٹ دی۔ بہت آسانی سے کٹ گئی جیسے مولی یا گاجر۔ اور بہت کچھ پانی زہریلہ اس سانپ کا چاقو کے ساتھ آلودہ رہا۔ مَیں نے اس چاقو کو ایک آگ میں جو قریب ہی سلگ رہی تھی ڈالدیا اور اُس سے بڑی بدبُو آئی۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ اسکے زہر سے مجھے کوئی نقصان نہ پہنچے۔ مگر کوئی نقصان نہ پہنچا۔ مگر بہرحال اس اژدہا کا کام تمام کردیا۔ اور پھر ہم تینوں اس مکان سے جب باہر آئے۔ تو ڈاکٹر عبداللہ سامنے آتے نظر آئے۔ جب قریب پہنچے تو مسکرا کر مجھے کہنے لگے۔ کہ تار آئی ہے کہ دو پُل ٹوٹ گئے۔ میں نے دریافت کیا کہ کون کونسا پُل اور کس کس مقام کا پُل ٹوٹا ہے اُنہوں نے جواب دیا کہ یہ تو معلوم نہیں مگر یہ معلوم ہے کہ وہ دو پُل جو ٹوٹے ہیں وہ پنجاب کے پُل ہیں پھر بعد اس کے الہام ہوا (۹) العید الاٰخر تنال منہ فتحاً عظیماً۔ ترجمہ ایک اور عید ہے جس میں تُو ایک بڑی فتح پائیگا۔ (۱۰) زندگی کا آرام ہو جانا پہلی زندگی سے۔ ۱۰- فروری سنہ ۱۹۰۶ء دعنی اقتل من اٰذاک۔ ان العذاب مربع ومدور۔ ترجمہ۔ مجھے چھوڑ۔ تا میں اُس شخص کو قتل کروں جو تجھے ایذا دیتا ہے دشمنوں کے لیے عذاب ہر چہار طرف سے ہے اور ارد گرد سے گھیرے ہوئے ہے (۲) وضعنا عنک وزرک الذی انقض ظہرک۔ لک رحمۃٌ یعنی ہم نے تیرا وہ بوجھ اُتار دیا۔ جس نے تیری کمر توڑ دی تھی۔ تیرے لیے ایک رحمت ہے۔ ۱۲- فروری سنہ ۱۹۰۶ء (۱) ایک اور خوشخبری (۲) نثنی علیک۔ الخیر والبرکۃ۔ ترجمہ۔ ہم تیری ثنا کرتے ہیں۔ خیر اور برکت۔ (۳) آسمان ٹوٹ پڑا سارا۔ کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہونیوالا ہے (یہ انسان کا مقولہ ہے گویا اللہ تعالیٰ انسان کی طرف سے فرماتا ہے کہ کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہونیوالا ہے) (۴) اولٰئک قوم لا یشقی جلیسہم۔ ترجمہ۔ یہ ایک ایسی قوم ہے کہ انکا ہم نشین خدا کی رحمت سے محروم نہیں رہ سکتا۔ ۱۵- فروری سنہ ۱۹۰۶ء۔ ایک سفینہ تک ایک بھی نہیں رہیگا

۱۷- فروری سنہ ۱۹۰۶ء کل فتح بعدہٗ۔ ترجمہ۔ بعد اسکے ایک فتح ہوگی۔

* فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دہشت ناک آسمانی امر ہے اور محاورہ عرب میں آسمان سے مراد بادل بھی ہوتا ہے مگر ہم کسی خاص پہلو پر زور نہیں دے سکتے کہ کیا مراد ہے۔

حاجی حکیم فضل الدین صاحب نے اللہ تعالیٰ انکو جزائے خیر دے اپنے مطابع اور کتب خانہ صدر انجمن احمدیہ کے نام ہبہ کردیئے ہیں لہذا تمام احباب آیندہ ایسی کتب مہتمم بک ڈپو تعلیم الاسلام قادیان سے طلب کریں۔ کتاب لغات القرآن کی دوسری جلد چھپکر تیار ہوگئی ہے وہ بھی اسجگہ سے ملیگی۔

المعلن۔ خاکسار محمد علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۰۳

ضروری ہدایتیں

خط و کتابت کیلیے یا روپیہ بھیجتے وقت ان چند ہدایتوں کو سب احباب مدنظر رکھیں۔ (۱) ہر قسم کا روپیہ جسکا تعلق صدر انجمن احمدیہ سے ہے۔ مثلاً مدرسہ یا میگزین یا مقبرہ یا زکوٰۃ یا مسکین فنڈ یا یتیم فنڈ یا رسالہ تعلیم الاسلام کا روپیہ صرف بنام محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان آنا چاہیئے اور کوپن میں یا الگ خط میں اسکی تفصیل ہونی چاہیئے کہ کس شخص کیطرف سے کس مد کا روپیہ ہے (۲) ہر ایک رقم کی باضابطہ رسید دفتر محاسب سے دیجاویگی اور جس شخص کو رسید دفتر کی نہ پہنچے اسی سے خط و کتابت کرکے دریافت کرنا چاہیئے (۳) لنگر خانہ کا روپیہ حضرت اقدسؑ کے نام آنا چاہیئے۔ لیکن جہاں اور مدات کا چندہ ساتھ ہو۔ تو محاسب صدر انجمن احمدیہ کے نام بھیجیں اور تفصیل ساتھ دیں۔ وہ حضرت اقدسؑ کیخدمت میں پیش کر دینگے (۴) میگزین کے متعلق کل خط و کتابت مینجر یا نایب ناظم میگزین سے کریں اور کسی شخص کے نام پر خط و کتابت نہ کریں مگر مضامین کے متعلق ایڈیٹر میگزین سے خط و کتابت کریں (۵) مدرسہ کے متعلق کل خط و کتابت ہیڈ ماسٹر یا نائب ناظم مدرسہ تعلیم الاسلام سے اور بورڈنگ ہوس کے متعلق سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ ہوس سے کریں (۶) مقبرہ بہشتی کے متعلق کل خط و کتابت نایب ناظم مقبرہ بہشتی سے کریں اور ایسا ہی وصیتیں وغیرہ بھی اسی کے نام بھیجیں (۷) چونکہ وقتاً فوقتاً عہدہ داران میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں اس لیے جو احباب قادیان میں خط و کتابت کرتے ہیں۔ انکی اپنی سہولت جواب کے جلدی ملنے میں اور کام کرنیوالونکی سہولت اسی میں ہے کہ دستخط کنندہ کے نام پر کبھی خط و کتابت نہ کریں بلکہ صرف عہدہ پر کریں جیسا کہ اوپر ہدایت کیگئی ہے ایک دفتر کا خط دوسرے دفتر میں چلا جانیسے یا کسی خاص آدمی کے نام پر چلا جانیسے جواب میں عموماً بہت توقف ہو جاتا ہے اور خط کے ضایع ہونیکا اندیشہ بھی ہوتا ہے۔ (۸) جو حصہ آمدنی کا احباب رسالہ الوصیت کے مطابق بھیجتے ہیں چونکہ اسکا حساب رکھنا ضروری ہے اس لیے آیندہ وہ تمام روپیہ محاسب صدر انجمن احمدیہ کے نام آنا چاہیئے اور اسکی تقسیم جو لنگر خانہ و مدرسہ و میگزین و مقبرہ میں ہونی ہو اسکی اطلاع بھی محاسب کو دیں وہ خود ان مدات میں تقسیم کر دیگا۔ **المعلن محمد علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان۔**

آنکھوں کے بیماروں کو مژدہ

میاں ڈاکٹر عبد اللہ صاحب ساکن راہوں ضلع جالندھر جنہوں نے لنڈن اسٹریلیا افریقہ میں آنکھوں کے علاج سے بہت شہرت حاصل کی ہے۔ اور ان کے پاس بہت کثرت سے سارٹیفکٹ بھی موجود ہیں انگریزی اور یونانی دو طرح سے آنکھیں بناتے ہیں ہماری جماعت کے مخلص ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ لوگوں کو انسے نفع پہنچیگا۔ دستخط (نور دین)